سلسلۂ آصفیہ

تصوّف اسلام

اسلامی تصوّف کا عطر، اور قدماء صوفیہ کی تصانیف پر تبصرہ

مؤلفہ

عبد الماجد

مؤلف فلسفۂ جذبات، پیام امن، مکالمات برکلے وغیرہ

باہتمام

مولوی مسعود علی ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ بچاپ رسید

ملنے کا پتہ :- دار المصنفین اعظم گڈھ

قیمت عمر

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

اسلام خدا کی طرف سے بندون کے حق مین کامل ترین وجامع ترین پیام رحمت ہے، انسان کی ذہنی وعقلی، اخلاقی ومعاشری جسمانی وروحانی، تمام ضرورتون کا کفیل اور ہر شعبہ حیات مین ترقیون کا ضامن، خدارسی وخداشناسی کی تعلیم اس کا اصل مقصود تھی، اس پر اُس نے خاص طور سے زور دیا، اور اس کے ذرائع ووسائل اس نے اس جامعیت کے ساتھ بیان کیے کہ ان کسی قسم کے تغیر وترمیم تخفیف واضافہ کی گنجائش نہ چھوڑی،

مسلمانون مین ابتدا، سے ایک گروہ ایسا موجود ہے جس نے تمام مقاصد دنیوی سے قطع نظر کرکے، اپنا نصب العین محض یادِ خدا وذکرِ الٰہی کو رکھا ہے، اور سلوک مقیدہ کے مختلف طریقون پر عامل رہا ہے،

شروع شروع یہ گروہ دوسرے نامون سے ملقب رہا، ایک طویل عرصہ گذر جانے کے بعد رفتہ رفتہ اس کے مسلک کا نام مسلک "تصوف" پڑ گیا اور یہ گروہ گروہِ صوفیہ کہلانے لگا، اصلاح "تصوّف" کب سے رائج ہوئی؟ اس بحث کا یہان موقع نہین، نہ اس لفظ سے اشتقاق اور اسکی تحقیق لغوی کو اس وقت بیان کرنا مقصود ہے، یہان کہنا صرف یہ ہے کہ اس گروہ کے اکابر قدیم پہلے مسلمان تھے، پھر صوفی، وہ تصوّف کو اسلام کے مقابل ایک جداگانہ مسلک نہین سمجھتے تھے، بلکہ اسلام کے ماتحت، اسی کی پاکیزہ ترین صورت کو کہتے تھے وہ اپنے اسلام کو اپنے تصوّف پر مقدّم رکھتے تھے، اور تصوّف کو محض اس لیے عزیز ومحبوب

رکھتے تھے کہ وہ انکی نظر مین اسلام کی خالص ترین و پاکیزہ ترین تعبیر تھی،

صفحات آئندہ مین بعض قدیم اکابر صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم کی اصل تصانیف کی مدد سے یہ دکھانے کی کوشش کیگئی ہے، کہ ان حضرات کے نزدیک تصوّف کا مفہوم محض اس قدر تھا، کہ اتباع کتاب وسنت مین انتہائی سعی کی جائے، اسوۂ رسولؐ وصحابہ کو دلیل راہ رکھا جائے، اوامر ونواہی کی تعمیل کی جائے، طاعات وعبادات کو مقصودحیات سمجھا جائے، قلب کو محبت وتعلق ماسوا سے الگ کیا جائے، نفس کو خشیت الٰہی سے مغلوب کیا جائے، اور صفاے معاملات وتزکیۂ باطن مین جہد وسعی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے پائے،

حضرت شیخ جیلانیؒ، بلکہ ان کے مرید باختصاص، اور بانی سلسلۂ سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ تک کی تصانیف مین یہ اسلامی عنصر قائم، اور یہی رنگ غالب ہی، اس زمانہ کے بعد شیخ ابن عربیؒ[1] کے اثر سے نظام تصوّف مین فلسفیانہ عنصر کو غلبہ ہونے لگا، وحدت وجود وغیرہ کے مسائل پیدا ہونے لگے، اور فارسی شاعری کے اثر سے ان تخیلات کو اور تقویت ہوتی گئی، چنانچہ ملّا جامیؒ کی لوایح (جیساکہ آگے چل کر اسی کے تبصرہ کے ذیل مین ظاہر ہوگا،) ایک اچھی خاصی فلسفیانہ تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے، تاہم نوین صدی کا یہ تصوف بھی اگرچہ ابتدائی صدیونکے تصوّف سے، بہت کچھ منحرف ہوچکا تھا، ان رسم پرستیون سے کوئی مناسبت نہین رکھتا جن پر آج اکثر خانقاہون اور درگاہون مین تصوف کا اطلاق ہوتا ہے،

تصوف کی موجودہ مسخ شدہ شکل، یونانی اوہام، ایرانی تخیلات، ہندی مراسم، اور دیگر غیر اسلامی عناصر کا ایک معجون مرکب ہی، جسکے صرف بعض اجزا اسلامی کہے جا سکتے ہین، اور وہ بھی بڑی تلاش ودیدہ ریزی کے بعد نظر آتے ہین، حاشا ثم حاشا، یہ اسلامی تصوف نہین

[1] شیخ ابن عربی شیخ سہروردی کے ہمعصر تھے،

اسلامی تصوف وہ تھا، جو خود حضرت سرور کائنات صلعم کا تھا، جو ابو بکر صدیقؓ و علی مرتضیٰؓ کا تھا جو سلمانؓ وابو ذرؓ کا تھا، جسکی تعلیم جنید بغدادیؒ، و رابعہ بصریؒ نے دی ہے، جسکی ہدایت شیخ جیلانیؒ و شیخ سہروردیؒ، مرشد اجمیریؒ، و محبوب دہلویؒ خواجہ نقشبندیؒ، مجدد سرہندیؒ کرتے رہے، اور جسکی دعوت، اس دور آخر مین شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی زبان قلم دیتی رہی،

خواجہ معین الدین اجمیریؒ، سلسلۂ چشتیہ کے مسلّم مقتداے بزرگ گزرے ہین، ملفوظات مبارک کا مجموعہ دلیل العارفین کے نام سے خواجہ قطب الدین بختیارؒ کا فراہم کیا ہوا، شایع ہوچکا ہے، رسالۂ مذکور اوّل سے آخر تک نماز عبادات کی تاکید اور اتباع سنت رسول کے فضائل سے لبریز ہے، وضو وغیرہ کے بعض معمولی سنن کی پابندی پر اتنا زور دیا گیا ہے، کہ آج اکثرون کو فرائض مین اس کا نصف اہتمام بھی نصیب نہین، اور اس باب مین اس سے بھی زیادہ قابل ذکر حضرت شیخ جیلانیؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین ہے، جو شروع سے آخر تک بجائے کسی درویش وصوفی کے ایک ٹھیٹھ فقیہ اور عالم متشرع کی فقہی تالیف نظر آتی ہے،

اسی سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے ایک اور گوہر درخشان خواجہ نظام الدین سلطان المشائخ دہلویؒ تھے، جنکے ملفوظات مین سب سے زیادہ معتبر رسالہ فواید الفواد (مرتبہ امیر حسن علاء سنجریؒ) اور حالات وسوانح مین رسالہ سیر الاولیا (مرتبہ میر خورد دہلویؒ) موجود ہین، ان رسائل کے چند اقتباسات ملاحظہ ہون:-

"بندہ را پیش طلبید و فرمود کہ باید کہ مشغول پیوستہ بہ طاعت و عبادت باشی" (ص ۲۲ فواید الفواد مطبوعہ نولکشور) "حکایت جماعت متحیران افتاد. . . . یکے از حاضران حکایت کرد کہ من وقتے جائے رسیدم واین چنین ہفت کس را دیدم دو چشم در آسمان داشتہ شب و روز متحیر ماندہ مگر آنکہ وقت نماز در می آمد، ایشان نماز می گزاردند و باز ہمچنان

متحیر می ماندند، خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ آرے انبیا معصوم اند و اولیا محفوظ، ہمچنین باشد کہ گفتی، اگرچہ شب و روز متحیر باشند امّا نماز ایشان فوت نہ شود" (ص۱۲۴ ایضاً)

طائفہ کہ ظاہر ایشان آراستہ باشد و باطن خراب، آن قوم متعبدان اند۔۔۔۔۔

طائفہ کہ باطن ایشان آراستہ باشد و ظاہر خراب، آن مجانین اند۔۔۔۔

طائفہ کہ ظاہر و باطن ایشان خراب باشد آن عوام اند۔ و طائفہ کہ ہم ظاہر ایشان آراستہ باشد و ہم باطن آن مشائخ اند۔ (ص۱۳۳ ایضاً) "چون عمر عزیز سلطان المشائخ بہ ہشتاد کشید، پنج وقت نماز بجہت جماعت از بالائے بام جماعت خانہ کہ عمارتے بس رفیع است فرود آمدے، و با درویشان و عزیزان کہ دران جمع ملکوت حاضر می شدند، نماز گذاردے" (سیر الاولیاء، ص۱۲۴)

اکابر چشتیہ کی ساری زندگیاں، صحیح اسلامی تصوف کا نمونہ تھیں تفصیل کسی مناسب موقع پر بیان ہوگی،

عہد نبوت سے تقریباً ایکہزار سال گزرنے پر، شیخ احمد سرہندیؒ پیدا ہوئے، جنھون نے نہ صرف سلسلۂ نقشبندیہ بلکہ تمام سلاسل تصوف مین تجدید و اصلاح کا صور اس بلند آہنگی کے ساتھ پھونکا، کہ اسکی صدائے بازگشت آج تک دنیائے اسلام کے در و دیوار سے آرہی ہے، شیخ موصوفؒ کے مکتوبات کے ضخیم دفتر ملک مین شائع ہو چکے ہین، ان مین شروع سے آخر تک مختلف اسلوبون اور پیرایون مین صرف ایک ہی دعوی کی تکرار، صرف ایک دعوت کا اعادہ ہے، اور وہ یہی ہے، کہ صوفیہ کو عقائد و اعمال ہر شے مین کتاب و سنت ہی کو اپنا دلیل راہ بنانا چاہئے، اور اس کے خلاف جس کسی کے بھی اقوال ہون انھین مردود سمجھنا چاہئے، چند اقتباسات ملاحظہ ہون:۔

"بدانکہ از جملۂ ضروریات طریق سالک اعتقاد صحیح است کہ علمائے اہل سنت آنرا از کتاب و سنت و آثار سلف استنباط فرمودہ اند۔۔۔ واگر بالفرض خلاف آن معانی مفہومہ بکشف والہام امرے ظاہر شود، آن را اعتبار نہ باید کرد و ازان استعاذہ باید نمود" (مکتوبات مجددی، حصہ ۵ ص۷۲ مطبوعہ امرتسر)

محمد الرسول اللہ محبوب رب العالمین است۔ ہر چیز کہ خوب و مرغوب است از برائے مطلوب و محبوب ست، لہٰذا حق سبحانہ تعالیٰ در کلام مجید خود می فرماید اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ونیز می فرماید تعالیٰ و تقدس اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ونیز فرمودہ تعالیٰ و تقدس اَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ ملت او را علیہ الصلوٰۃ والسلام صراط مستقیم خواندہ، و ماسوائے او را داخل سُبُل گردانیدہ، و اتباع آن منع فرمودہ۔۔۔۔۔۔ باطن متمم ظاہرات و مکمل آن، سرموے بایکدگر مخالفت ندارد۔۔۔ پس سالکان سُبُل طریقت و حقیقت را اگر در اثنائے راہ اموریکہ بہ ظاہر باشریعت در جنگ اند ظاہر شوند و ظاہر سازند مبنی بر سکر وقت و غلبۂ حال است، اگر ازان مقام گذرانند و بہ صحو ارند آن منافات بالکلیہ مرتفع می شود و آن علوم متضادہ بہ تمام ہباءً منثورا می گردند" (ایضاً، حصہ ۲ ص۳۰۲)

مکتوبات مجددی کی ایک ایک سطر اسی تعلیم سے لبریز ہے۔

دور آخر میں یہی دعوت شاہ ولی اللہ دہلوی رح نے اپنی مختلف تصانیف خصوصاً القول الجمیل فوز الکبیر، وغیرہ کے ذریعہ سے پیش کی، نیز ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز رح نے اپنی ملفوظات فتاویٰ، و اجزائے تفسیر کے اوراق میں،

اس رسالہ کو افسوس ہے کہ بعض وجوہ سے بہت مختصر رکھنا پڑا، طبع دوم کی نوبت اگر آئی، تو انشاء اللہ چند مزید ابواب کا اضافہ کر دیا جائیگا، خدائے پاک و برتر اس حقیر

خدمت کو قبول فرمائے اور دورِ حاضر کے مسلمانوں کو صحیح اسلامی تصوّف کے سمجھنے اور اس کے اختیار کرنے کی توفیق نصیب کرے،

"عبدالماجد"

دریاباد۔ بارہ بنکی،

۱۲؍ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۳ھ



باب (۱)

کتاب اللمع

(شیخ ابو النصر سرّاجؒ)

سلسلہ کی پہلی قسط مین کتاب اللُّمَع کو پیش کیا جاتا ہی جو عربی زبان مین تصوّف کے موجود ومعلوم، مستند ذخیرہ مین سب سے قدیم کتاب ہی[1]، مصنّف کا نام شیخ ابو النصر سرّاجؒ ہی جن کا سالِ وفات اغلباً ۳۷۸ھ ہی، یہ علم نہین کہ وفات سے کتنے سال پہلے یہ کتاب تحریر کی، تصنیف کے خصوصیات دریافت کرنے سے قبل، مصنّف کی شخصیت سے نیاز حاصل کر لینا بہتر ہوگا،

(۱) مصنّف

پورا نام عبد اللہ بن علی بن محمد بن یحییٰ ابو النصر سرّاج تھا، وطن طوس تھا، مرقد بھی یہین ہے[2]، لقب طاؤس الفقراء تھا[3]، آبا و اجداد زہد مین خاص شہرت رکھتے تھے، خود سرّاجؒ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، ذہبی اپنی تاریخ الاسلام مین علّامہ عبد الرحمٰن سلمی کی تاریخ الصوفیہ کی سند سے لکھتے ہین

قال السلمی کان ابو النصر من اولاد الزهاد وکان المنظور الیه فی ناحیته فی الفتوة ولسان القوم مع الاستظهار بعلم الشریعة

[1] یہ سلسلہ حضرت جنید بغدادی کے [illegible] اللہ کے جس کے وجود [illegible] طبع کر کے شائقین کے ہاتھون تک پہنچایا جائیگا [2] نفحات الانس، جامی، صفحہ ۳۱۹ (مطبوعہ کلکتہ) [3] ایضاً،

و بنو خفیہ مشایخھم الیوم[1]

شیخ فرید الدین عطار لکھتے ہین، "در فنون علم کامل بود"

اساتذہ مین جعفر الخلدیؒ، ابوبکر محمد بن داؤد الدقیؒ، و احمد بن محمد سایحؒ کے نام قابل ذکر ہین، بیعت ابو محمد مرتعش سے تھی، مولانا جامیؒ وغیرہ متعدد تذکرہ نویسون نے سری سقطیؒ و سہل تستریؒ سے ملاقات کا بیان کیا ہی[2] لیکن پروفیسر نکلسن کی تحقیق مین یہ روایت قطعاً غلط ہی[3]،

تصوف پر متعدد کتابین تصنیف کین[4] لیکن آج بجز کتاب اللمع کے اور کوئی موجود نہین، بلکہ اون کے نام تک بھی مٹ گئے ہین،

تصوف مین جو بلند مرتبہ رکھتے تھے، اِس کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہی کہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ جیسے مسلم شیخ الشیوخ اِن کا تذکرہ اِن الفاظ مین کرتے ہین[5]، "آن عالم عارف، آن حاکم خائف، آن امین زمرۂ کبرا، آن نگین حلقۂ فقرا، آن زبدہ امشاج، شیخ وقت ابو نصر سراج رحمۃ اللہ علیہ، امام برحق بود و یگانۂ مطلق و متعین و متمکن، و او را طاؤس الفقرا گفتندے، وصفت و نعت او نہ چندان است کہ در قلم و بیان آید و یا در عبارت و زبان گنجد، و در فنون علم کامل بود، و در ریاضت و معاملات شانے عظیم داشت، و در حال و قال و شرح دادن بہ کلمات مشایخ آیتے بود"

اِس قسم کے الفاظ مختصراً مولانا جامیؒ وغیرہ نے بھی استعمال کیئے ہین، اِن کے چند ارشادات جو تذکرون مین محفوظ رہگئے ہین، اِن کے بھی اہل ذوق مرتبۂ کمال کا اندازہ کر سکتے ہین،

فرماتے تھے "عشق اس آگ کا نام ہی، جو عاشقون کے دل اور سینے مین جلتی رہتی ہی، اور خدا کے

---

[1] یہ پوری عبارت پروفیسر نکلسن کے مقدمۂ کتاب اللمع سے منقول ہی، [2] نفحات جامی نکلسن کے نزدیک یہ روایت مشتبہ ہے، [3] نفحات الانس جامی، وسفینۃ الاولیاء دارا شکوہ، صفحہ ۱۵۲ (نولکشور)، [4] تذکرۃ الاولیاء، عطارؒ صفحہ ۱۸۲ جلد ۲ (مطبوعۂ یورپ) [5] مقدمۂ کتاب اللمع،

سو اجو کچھ ہی، اُسے جلا کر خاکستر کر دیتی ہی[1]،

یہ بھی ارشاد تھا، کہ بلحاظ ادب انسانون کے تین طبقہ ہین، ایک طبقہ اہل دنیا کا ہے، کہ اُن کے نزدیک ادب نام ہی، فصاحت، بلاغت وحفظ علوم وفنون اسمائے ملوک و اشعار عرب کا، دوسرا طبقہ اہل دین کا ہی، جس کے نزدیک ادب سے مُراد عبادتِ جوارح وحفاظتِ حدود و ترکِ شہوات وریاضت نفس ہی تیسرا طبقہ اہل خصوص کا ہی، اس کے ہان ادب سے مفہوم طہارتِ دل، مُراعاتِ سر، وفائے عہد، نگہداری وقت، نیکو کرداری، وقت حضور و مقام قرب ہی[2]،

ایک تیسرا ارشاد ہی جس کے الفاظ کی نزاکت اُردو ترجمہ کی متحمل نہ ہوسکیگی، اسے اصل فارسی مین سُننا چاہیئے،

"نیت بخدا است و از خدا و برائے خدا است، و آفاتی کہ در نماز اُفتد از نیت افتد و اگرچہ بسیار بود، آن را موازنہ نتوان کرد، با نیتے کہ خدا را بود و بخدائے بود[3]"

ایک بار ماہِ رمضان مین بغداد مین وارد ہوئے، اور مسجد شونیزیہ کے ایک حجرے مین معتکف ہوئے، درویشون نے متفق ہوکر نماز مین اپنا امام بنایا، ماہ مبارک کی تراویح مین پانچ بار قرآن مجید ختم کیا، روزانہ افطار کے وقت خادم ایک روٹی حجرہ مین پہنچا آتا تھا، عید کی نماز پڑھ کر بغداد سے روانہ ہوگئے، خادم نے حجرے مین جا کر دیکھا، تو پوری روٹیان جون کی تون رکھی ہوئی پائین[4]،

ایک مرتبہ سردی کے موسم مین شب کے قریب آتشدان کے قریب تشریف فرما تھے، چند اور اہلِ دل حضرات بھی تھے، معرفتِ الٰہی پر گفتگو ہو رہی تھی، دفعتاً شیخ پر سرور کی کیفیت طاری ہوئی، اور جوش مین آکر دہکتی ہوئی آگ مین سجدے مین گر پڑے، مریدین خوف زدہ ہوکر باہر بھاگے، دوسرے روز آئے تو دیکھا کہ شیخ کے چہرہ پر جلنے کا خفیف داغ تک بھی نہین، بلکہ چہرہ چاند کی طرح چمک رہا ہے،

[1] تذکرۃ الاولیاء عطار جلد ۲ صفحہ ۳۰۱ (مطبوعہ یورپ) [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] ایضاً نیز کشف المحجوب، شیخ علی ہجویری صفحہ ۲۴۷ (لاہوری)

عرض کیا "حضور والا یہ کیا ماجرا ہی، ہم تو سمجھ رہے تھے، کہ سارا چہرہ جل گیا ہوگا، ارشاد ہوا کہ "جس نے درگاہ الٰہی پر اپنی آبرو دیدی، اُس کے چہرہ کو آگ نہین جلا سکتی[۱]"

ایک روایت مشہور کے مطابق وفات سے قبل فرمایا، کہ جس میت کو میرے مزار کے سامنے سے لیکر نکلین گے، اوس کی مغفرت ہوجائیگی، چنانچہ طوس مین ابتک یہ دستور چلا آتا ہی، کہ ہر جنازے کو پیشتر آپ کے مزار پر لاتے ہین[۲]،

(۲) تصنیف

آج سے چند سال قبل دنیا کتاب اللمع کے صرف نام سے آشنا تھی مگر سنہ ۱۹۰۹ء مین انگلستان کے نامور مستشرق ڈاکٹر نکلسن نے جو کیمبرج مین فارسی زبان کے پروفیسر ہین، اور کتبِ تصوف سے ذوق نہین، عشق رکھتے ہین، اِس کے دو قلمی نسخہ دریافت کیئے، ایک نسخہ ایک انگریز مسٹر ایلیز کے پاس نکلا، اور دوسرا انگلستان کے مشہور و معروف کتبخانہ برٹش میوزیم کو کہین سے ہاتھ لگ گیا تھا، پہلا نسخہ ۱۹۷ ورق کی ضخامت رکھتا ہی، اور صاف و خوشنما خط مین احمد بن محمد الطاہری کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہی، ختمِ کتابت کی تاریخ ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۶۶۳ھ (مطابق ۲۶ رجون سنہ ۱۲۶۴ء) درج ہی، جس نسخہ سے یہ نسخہ نقل کیا گیا ہی، اوس کی تاریخ اس نسخہ پر، شعبان سنہ ۵۶۶ھ (مطابق ۱۵ اپریل سنہ ۱۱۷۱ء درج ہی، مختلف اشخاص کے حواشی بھی اُس نسخہ پر موجود ہین، یہ نسخہ کسی قدر کرم خوردہ ہی، جس سے جا بجا حواشی اُڑ گئے ہین، اور ایک جگہ مسلسل دس پندرہ ورق غائب ہوگئے ہین، جس کے باعث مُسلّم پانچ ابواب اور چھٹے باب کے ابتدائی جز سے دنیا محروم ہوگئی ہی، دوسرا نسخہ مملوکہ برٹش میوزیم بہت بدخط کرم خوردہ اور ناقص ہی تاہم اِس کا زمانۂ کتابت، بہ مقابلہ نسخۂ اول کے زمانۂ مصنّف سے قریب تر ہی، اس پر زمانۂ کتابت جمادی الثانی سنہ ۵۴۷ھ (مطابق اگست و ستمبر سنہ ۱۱۵۲ء) درج ہے،

---

[۱] تذکرۃ الاولیاء، نفحات الانس، سفینۃ الاولیاء، [۲] ایضاً،

پانچ برس کی جانفشانی و دیدہ ریزی کے بعد پروفیسر نکلسن نے ان دونون نسخون کے مقابلہ کے بعد اصل کتاب کو غایت صحت و اہتمام کے ساتھ ۱۹۱۴ء مین شایع کر دیا، اور اس پر اشیاء ذیل کا اضافہ کیا،

(۱) شروع مین نہایت مفصل فہرست مضامین دی،

(۲) آخر مین نہایت مبسوط فہرست رجال و نساء، اماکن و قبائل، و کتب وغیرہ مندرجۂ مذکورہ متن شامل کی،

(۳) فٹ نوٹ (حواشی ذیلی) بہت کثرت سے دیئے، دونون نسخون مین جو اختلافات پائے جاتے ہین، اُن کے جزئیات تک کو ان حواشی مین درج کر دیا ہی،

(۴) ساری کتاب کا ملخص ترجمہ انگریزی مین کرکے شامل کیا،

(۵) مصنّف نے جو غریب و نامانوس الفاظ استعمال کیئے ہین، اون کی مفصّل فرہنگ دی، اور انگریزی مین اون کے معانی کو حل کیا،

(۶) فہرستِ مضامین انگریزی مین بھی دی،

(۷) جن اسماء و اعلام سے متعلق کوئی اہم بحث کتاب اور اوس کے انگریزی خلاصہ مین موجود ہی اون کی بھی مفصل فہرست انگریزی مین شامل کی،

(۸) انگریزی مقدمہ مین مصنّف، تصنیف، اور موضوعِ تصنیف کو روشناس کیا،

(۹) اون چالیس صوفیۂ کرام کی فہرست جن کی شخصیت یا جن کی تصانیف سے شیخ سراجؒ نے استفادہ کیا ہی، مع ضروری تصریحات کے انگریزی مین شامل کی،

(۱۰) شیخ نے بہت سے ایسے صوفیہ کا تذکرہ کیا ہی، جن کا نام دوسری کتابون مین بالکل نہین آیا ہی، یا نادر آیا ہی، اس قسم کے ایک سو بیس صوفیہ کرام کی فہرست مع اون کے حالات کے جہانتک

معلوم ہو سکے انگریزی مین درج کی،

اِن کے علاوہ اور بھی متعدد اضافہ کئے، اِن خصوصیات معنوی کے پہلو بہ پہلو نہایت اعلیٰ کاغذ اور حسن طباعت کے جملہ لوازم کے ساتھ یہ کتاب شایقین کے ہاتھون تک پہنچ رہی ہے، کتاب کا پورا نام کتاب اللمع فی التصوف ہی، ملا جامی کی نفحات الانس مین اس کا املا کتاب اللمعہ درج ہے، لیکن اور ہر کتاب مین اِس کا املا بجائے اَللُمعہُ کے اللُمَع ملتا ہی، اور نکلسن نے بھی اِسی کو قایم رکھا ہی،

متن کتاب کی ضخامت ۴۳۶ صفحہ کی ہی، مقدمۂ مصنف چالیس صفحہ تک آیا ہی، جو اِس قسم کے مباحث پر شامل ہی، باب البیان فی علم التصوف، باب فی نعت طبقات اصحاب الحدیث، باب الکشف عن اسم الصوفیہ، باب اثبات علم الباطن، باب التصوف ماہو، باب صفۃ الصوفیہ ومن ہم، باب التوحید صفۃ الوحد، اِس کے بعد منطقی ترتیب کی پابندی کے ساتھ کتاب حسب ذیل حصون مین تقسیم ہی،

(۱) کتاب الاحوال والمقامات، اِس کے ماتحت مقامات، احوال اور اُن کے حقائق مین سے ہر شے پر الگ الگ ایک ایک باب مین بحث کی گئی ہی، مثلاً باب مقام التوبہ، باب مقام الورع، باب مقام الزہد، باب مقام الصبر، باب مقام التوکل، باب حال الخوف، باب حال المحبت، باب حال الشوق، باب حال المشاہدہ، باب حال الیقین وقس علیٰ ہذا،

(۲) کتاب اہل الصفوۃ فی الفہم والاتباع لکتاب اللہ، اِس کے تحت مین اِس قسم کے ابواب ہین، باب الموافقہ لکتاب اللہ، باب ذکر تفاوت المستمعین خطاب اللہ تعالیٰ و درجاتہم فی قلوب الخطاب، باب وصف ارباب القلوب فی فہم القرآن، باب ذکر السابقین والمقربین والابرار من طریق الفہم والاستنباط وغیرہ،

(۳) کتاب الاسوۃ والاقتدا برسول اللہ صلعم اِس کے تحتانی ابواب کے عنوانات اِس قبیل کے ہین، باب وصف اہل الصفوۃ فی الفہم والموافقۃ والاتباع للنبی صلعم، باب ماروی عن رسول اللہ صلعم فی اخلاقہ وافعالہ واحوالہ التی اختارہا اللہ تعالیٰ، باب ماذکر عن المشایخ فی اتباعہم رسول اللہ صلعم وتخصیصہم فی ذالک،

(۴) کتاب المستنبطات، اتباع قرآن وحدیث کے بعد ترتیبًا انھین احکام وشعائر کا ذکر آنا چاہیئے، جو ان پر متفرع اور ان سے مستنبط ہوتے ہین، چنانچہ عین اسی فطری ترتیب کے مطابق چوتھے نمبر پر یہ حصہ ملتا ہی، اس کے ذیل مین اس قسم کے مباحث مندرج ہین، باب مذہب اہل الصفوۃ فی المستنبطات الصحیحہ فی فہم القرآن والحدیث، باب فی کیفیتہ الاختلاف فی مستنبطات اہل الحقیقۃ فی معنی علومھم واحوالھم، باب فی مستنبطاتھم فی معانی اخبار مرویۃ عن رسول اللہ صلعم من طریق الاستنباط والفھم وغیرہ

(۵) کتاب الصحابہ رضوان اللہ عنہم، قدیم صوفیہ کرام اتباع سنت نبوی کے بعد آثار صحابہ کی پیروی اپنے لیئے باعث افتخار سمجھتے تھے، اسلیئے قدرۃً ایک مستقل حصہ ان کی نذر ہی، اس کے ذیلی ابواب مین خلفاء اربعہ پر، اصحاب صفہ پر اور عام اصحاب نبوی پر الگ الگ عنوان کے تحت مین گفتگو کی ہی،

(۶) کتاب آداب المتصوفہ، اس کے تحتانی ابواب کے چند عنوانات یہ ہین، باب آدابھم فی الوضوء والطھارۃ، باب فی ذکر آدابھم فی الصلوۃ، باب ذکر آدابھم فی الزکوٰۃ والصدقات، باب فی ذکر الصوم وادابھم فیہ، باب ذکر آدابھم فی الحج، باب فی ذکر آداب الفقراء بعضھم مع بعض، باب ذکر آدابھم فی الصحبۃ باب ذکر آدابھم عند مجاراۃ العلم، باب ماذکر من آدابھم فی وقت الطعام، باب فی ذکر آدابھم فی وقت السماع والوجود، باب فی ذکر آدابھم فی اللباس، باب فی ذکر آدابھم عند الموت،

(۷) کتاب المسائل واختلاف اقاویلھم فی الاجوبۃ اس حصہ مین صوفیہ کرام کی زبان سے ان سوالات کے جوابات دئے ہین، جنکا حل کرنا فقہا وعلمائے ظاہر کیلیے دشوار ہی، مثلاً جمع وتفرقہ، مسئلہ فنا وبقا، مسئلہ صدق، مسئلہ اخلاص، مسئلہ ذکر، مسئلہ روم، وغیرہ اس حصہ کو مختلف ابواب مین تقسیم نہین کیا ہی،

(۸) کتاب المکاتبات، الصدور والاشعار والدعوات والرسائل اس حصہ مین جیسا کہ اس کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہی حضرات صوفیہ کے مکتوبات، رسائل، اشعار، دعوات، وصایا کا ذکر کیا ہی اور ہر ایک کو ایک علٰحدہ باب مین لکھا ہی

(۱۰) کتاب السماع، صوفیہ وعلماء ظاہر کے درمیان اور خود صوفیہ مین باہم ایک اہم اختلافی موضوع

مسئلہ سماع ہی، یہ حصہ اِس مسئلہ کی توضیح و تشریح کے لیئے وقف ہی، اس کے ماتحت چند ابواب کے عنوانات یہ ہین، باب فی حسن الصوت والسماع و تفاوت المستمعین، باب فی وصف سماع العامۃ و اباحۃ ذٰلک، باب فی وصف سماع الخاصۃ و تفاضلہم فی ذٰلک، باب فی ذکر طبقات المستمعین، باب فی وصف سماع المریدین والمبتدئین، باب فی وصف خصوص الخصوص واہل الکمال فی السماع،

(۱۰) کتاب الوجد، اِس حصہ کے مباحث کا اندازہ ابواب تحتانی کے اِن عنوانات سے ہوگا، باب فی ذکر اختلافہم فی ماہیۃ الوجد، باب فی صفات الواجدین، باب فی ذکر تواجد المشائخ الصادقین، باب فی الواجد الساکن والواجد المتحرک وقس علیٰ ہٰذا،

(۱۱) کتاب اثبات الآیات والکرامات۔ کرامات اولیا کا مفہوم صحیح، اِن کے اثبات کے دلائل، معجزاتِ انبیا سے انکا فرق، یہ سب مباحث بھی ضروری تھے، جو اِس حصہ مین آگئے ہین، عنوانات ابواب کا نمونہ یہ ہی، باب فی معانی الآیات والکرامات، فی الادلۃ علی اثبات الکرامات للاولیا، باب فی ذکر مقامات اہل الخصوص والکرامات،

(۱۲) کتاب البیان عن المشکلات، اِس حصہ مین کل دو باب ہین، پہلے باب مین اِن الفاظ کو جمع کردیا ہی، جو صوفیہ کی زبان مین مخصوص اصطلاحی معنی رکھتے ہین، مثلاً حال، مقام، مکان، وقت مشاہدہ سیر کشف، فنا، بقا، توحید، تجرید وغیرہ اور باب دوم مین اِن اصطلاحات کی تشریح کی ہی،

(۱۳) کتاب تفسیر الشطحیات والکلمات التی ظاہرہا مستشنع وباطنہا صحیح مستقیم، یہ کتاب کا آخری حصہ ہی، جو پوری تفصیل سے لکھا گیا ہی، اِس مین شطحیات صوفیہ کی توجیہ و توضیح ہی نیز اُن غلط فہمیون کی اصلاح جن مین اکثر علما ظاہر و صوفیہ ناقص مبتلا رہتے ہین، چند ابواب کے عنوانات یہ ہین، باب فی معنی الشطح، باب تفسیر العلوم وبیان ما یشکل علی فہم العلماء من علوم الخاصۃ و تصحیح ذٰلک

بالبجة، باب فی کلمات شطحیات تحکی عن ابی یزید، باب فی ذکر ابی الحسین النوری، باب فی ذکر من غلط من المترسمین بالتصوف ومن این یقع الغلط وکیف وجوہ ذلک، باب فی ذکر من غلط فی الاحوال باب فی ذکر من غلط فی النبوت والولایت، باب فی ذکر من غلط فی فنا البشریتہ، باب فی ذکر من غلط فی الانوار، باب فی ذکر من غلط فی الروح وغیرہ،

اِن عنوانات پر نظر کرنے سے معلوم ہوا ہوگا، کہ تصوف سے متعلق جتنے ضروری پہلو نکل سکتے ہین مُصنّف نے اِن مین سے کسی کو بھی نظر انداز نہین ہونے دیا ہی، ہر ضروری شعبہ کو لیا ہی، اور اس پر تفصیل وتحقیق کے ساتھ اظہار خیال کیا ہی، حضرت مُصنّف کی زبان مین بھی خاص سلاست و سادگی ہے، اس لئے جو اشخاص عربی زبان سے بہت ہی سرسری واقفیت رکھتے ہین وہ بھی مستفید ہو سکتے ہین، ذیل مین کتاب کے مختلف مقامات سے چند اقتباسات دئیے جاتے ہین جن سے نوعیت ومرتبہ تصنیف کا پورا اندازہ ہو سکیگا،

ایک غیر صوفی کے دل مین سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہی، کہ خود تصوف کیا شے ہی اور آیا خود اسلام نے صوفیہ کو کوئی مرتبہ دیا ہے، حضرت مصنف اس کے جواب مین کہتے ہین، کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید (سورۂ آل عمران - آیت ۹۸)

ثم ذکر اللہ تعالیٰ افضل المومنین عندہٗ
درجةً واعلاهم فی الدین رتبةً فذکرهم
بعد ملٰئکة وشهد علی شهادتهم له
بالوحدانیة بعد ما بدأ بنفسه وثنیٰ
ملائکة فقال عز وجل شهد اللہ انه
لا اله الا هو والملٰئکة واولوا العلم

مین تمام مومنین سے بلند وبرتر مرتبہ ان کا رکھا ہی، جو اولوالعلم اور قایم بالقسط ہین، اور ملائکہ کے بعد انھین کا ذکر کیا ہی، اور اپنی توحید پر خود اپنی اور اپنے ملائکہ کے بعد انھین کی شہادت پیش کی ہی، اور حضور سرور کائنات صلعم نے بھی علما کو جانشین انبیا ارشاد فرمایا ہی، سو یہ القاب میرے خیال مین ان لوگون کے حق مین وارد ہین، جو کتاب اللہ کا سر رشتہ

قائماً بالقسط وروی عن النبی صلعم انہ قال العلماء ورثۃ الانبیاء وعندی واللہ اعلم ان اولی العلم القائمین بالقسط الذین ہم ورثۃ الانبیاء ہم المعتصمون بکتاب اللہ تعالیٰ المجتہدون فی متابعۃ رسول اللہ صلعم المقتدون بالصحابۃ والتابعین السالکون سبیل اولیاء [illegible]

فی ہذا اصحاب الحدیث والفقہاء والصوفیۃ فہؤلاء الثلثۃ الاصناف من اولی العلم القائمین بالقسط الذین ہم ورثۃ الانبیاء

مضبوط تھامنے والے اور رسول کریم کی متابعت کے پورے کوشان، اور صحابہ وتابعین کے نقش قدم پر چلنے والے اور خدا کے اولیا ومتبعین کی راہ اختیار کرنے والے ہین، ایسے اشخاص کو طبقات سہ گانہ مین رکھا جا سکتا ہی، ایک طبقہ اربابِ حدیث کا ہی دوسرا فقہاء کا اور تیسرا طبقہ صوفیائے کرام کا، بس یہی طبقات ثلثہ اولوالعلم، قائمین بالقسط، اور وارثینِ انبیاء کہے جانے کے مستحق ہین،

بہت سے اُمورِ صوفیہ اور اصحاب حدیث وفقہاء کے درمیان مشترک ہین، مثلاً جو معتقدات اون کے ہین، وہی اِن کے بھی ہین، اتباع کتاب اللہ وسنت نبوی وہ اور یہ دونون اپنے لئے واجب سمجھتے ہین، علوم وفنون سے جس طرح وہ کام لیتے ہین، یہ بھی کام لیتے ہین،

ثم انہم من بعد ذلک ارتقوا الی درجات عالیۃ وتعلقوا باحوال شریفۃ ومنازل رفیعۃ من انواع العبادات وحقائق الطاعات والاخلاق الجمیلۃ ولہم فی معانی ذلک تخصیص لیس لغیرہم من العلماء والفقہاء واصحاب الحدیث رضی اللہ عنہم

لیکن اِس اشتراک کے بعد صوفیہ عبادات وطاعات واخلاق مین سے جن درجات عالیہ ومنازل رفیعہ کو طے کرنے لگتے ہین، وہان تک علماء فقہاء واصحاب حدیث کی رسائی بھی نہین ہوسکتی،

صوفیہ کے امتیازی خصوصیات، جن مین دوسرے طبقات اون کے ساتھ شریک نہین، حسب ذیل ہین، سب سے پہلی بات یہ ہی کہ اون کی توحید بالکل خالص وبے آمیز ہوتی ہے، وہ یہ کہ

وہ مزارات و اصحاب مزارات سے حاجت روائی کرتے ہیں،

فادل شیئ من التخصیصات للصوفیہ.... ترک مالا یعنیهم وقطع علاقة تحول بینهم وبین مطلوبهم ومقصودهم اذلیس لهم مطلوب لامقصود غیر الله تعالیٰ،

صوفیہ خدا پر نظر رکھتے ہیں، اُن کا مقصود و مطلوب تمام تر خدا ہی ہوتا ہے، ماسواسے اور لایعنی مشاغل سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا،

اِس کا لازمی اثر اون کی زندگی پر یہ پڑتا ہی، کہ

فمن ذلك القناعة بقليل الدنيا عن كثيرها والاكتفاء بالقوة الذى لابد منه والاختصار على مالابد منه من مهنة الدنيا من الملبوس والمفروش والماكول وغيرذلك واختيار الفقر على الغنى ومعانقة القلة ومجانبة الكثرة وايثار الجوع على الشبع والقليل على الكثير وترك العلو والترفع وبذل الجاه والشفقة على الخلق والتواضع للصغير والكبير (ص۱۱)

وہ قناعت کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں، قلیل کو کثیر پر ترجیح دیتے ہیں، غذا، لباس اور ہر قسم کے سامان دنیوی سے صرف احتیاج کو اختیار کرتے ہیں، اور بجائے تونگری کے تنگدستی بجائے سیری کے گرسنگی بجائے افراط کے قلت بجائے جاہ و ترفع کے تواضع و انکسار، چھوٹے بڑے کے مقابلہ میں اپنے لئے پسند کرتے ہیں،

وحسن الظن بالله والاخلاص فی المسابقة الی الطاعات والمسارعة الی جمیع الخیرات والتوجه الی الله تعالیٰ والانقطاع الیه والعکوف علی بلائه والرضا عن قضایه والصبر علی دوام المجاهدة ومخالفة الهوی ومجانبة

خدا سے حسن ظن رکھتے ہیں تمام علائق و اسباب سے قطع نظر کرکے صرف اسی پر تکیہ رکھتے ہیں، نیکیوں اور طاعتوں کی جانب خلوص نیت کے ساتھ پیشقدمی و تیزروی کرتے رہتے ہیں، بلائے الٰہی پر صابر اور قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہیں، مجاہدہ و مخالفت

خطوظ النفس والمخالفة لها اذ وصفها الله تعالیٰ امارۃ بالسوء والنظر لیها بانها اعدیٰ عدوک التی بین جنبیک کما روی عن رسول اللہ صلعم (ص ۱۲۰)

خواہش نفس مین مشغول رہتے ہین، اور اس کو یاد رکھتے ہین کہ کلام پاک مین نفس کو امارہ بالسوء سے تعبیر کیا گیا ہے، اور حدیث نبوی مین ارشاد ہوا ہی کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اس کے دونون پہلوؤن کے درمیان ہی،

غرض اون کے تمام اوصاف و اخلاق سنت نبوی و آثار صحابہ کی مطابقت مین ہوتے ہین، اور موجودہ "پیرزادون" کے شاہانہ طرز معاشرت سے کوئی مناسبت نہین ہوتی،

منکرین تصوف کا ایک گروہ کہتا ہی، کہ قرآن و حدیث مین نہ کہین صوفیہ کا ذکر آیا ہی، نہ تصوف کا اس لئے اس مسلک کو اسلام سے کوئی تعلق نہین ہوسکتا، لیکن حضرت مصنف جس تصوف کے قائل ہین، کلام مجید اس کے ذکر سے بھرا پڑا ہی، وہ فرماتے ہین، کہ قرآن مجید مین بکثرت ایسے الفاظ و عبارات موجود ہین، جن سے اہل تصوف ہی مراد ہین، مثلاً صادقین، صادقات، قانتین، قانتات، خاشعین موقنین، مخلصین، محسنین، خائفین، وجلین، عابدین، صابرین، راضین، متوکلین، مخبتین، اولیاء مصطفین، مجتبین، ابرار، مقربین، سابقین، مقتصدین، مسارعین الی الخیرات، نیز مشاہدین، (مثلاً اد القی السمع وھو شہید) اور مطمئین (مثلاً الا بذکر اللہ تطمئن القلوب) اسی طرح متعدد احادیث مین بھی اسی طائفۂ عالیہ کی جانب اشارات ہین، مثلاً

یہ حدیث کہ ان من امتی مکلمون ومحدثون وان عمر منھم

یا یہ کہ

یدخل بشفاعۃ رجل من امتی الجنۃ مثل ربیعہ ومضر یقال لہ اویس قرنی

یا پھر یہ کہ

یدخل من امتی الجنة سبعون الفاً بلا حساب قیل من هم یا رسول اللہ
قال هم الذین لا یکتوون ولا یسترقون وعلی ربهم یتوکلون ص۲۱

معترضین کا ایک گروہ کہتا ہی، کہ عہد رسالت مین کوئی شخص صوفی کے لقب سے یاد نہین کیا جاتا تھا، اور یہ اصطلاح بہت بعد کو ایجاد ہوئی ہی، اس لئے اسے کوئی مذہبی وقعت نہین دی جاسکتی،

مُصنّف نے اس کا نہایت معقول و دلچسپ جواب یہ دیا ہی،

فنقول وباللہ التوفیق الصحبة مع رسول اللہ صلعم لها حرمة وتخصیص من شمله ذلک فلا یجوز ان یعلق علیه اسم علی انه اشرف من صحبة وذلک لشرف رسول اللہ صلعم وحرمته الا تری انهم ایمة الزهاد والعباد والمتوکلین والفقراء والراضین والصابرین والمخبتین وغیر ذلک وما نالوا جمیع ما نالوا الا ببرکة الصحبة مع رسول اللہ صلعم فلما نسبوا الی الصحبة التی هی اجل الاحوال استحال ان لفضلوا بفضیلة غیر الصحبة التی هی اجل الاحوال ص۲۲

کہ اصحاب رسولؐ کے لئے کوئی دوسرا تعظیمی لفظ مستعمل ہو ہی نہین سکتا تھا، اس لئے کہ اون کے جتنے بھی فضائل تھے، سب سے اشرف و اعظم ان کی فضیلت صحابیت تھی، کہ صحبت رسولؐ تمام بزرگیون اور فضیلتون سے بزرگتر ہی، اون کا زہد، فقر، توکل، عبادت، صبر، و رضا، غرض جو کچھ بھی ان کے فضائل تھے، ان سب پر ان کا شرف صحابیت غالب تھا، پس جب کسی شخص کو لفظ صحابی سے ملقب کر دیا گیا تو اس کے فضائل کی انتہا ہو گئی اور کوئی محل ہی نہین باقی رہا، کہ اسے صوفی یا کسی دوسرے تعظیمی لفظ سے یاد کیا جاوے،

باقی رہا یہ کہنا، کہ یہ اصطلاح بغدادیون کی رائج کردہ، اور متاخرین کی اختراع ہی، سو مصنفؒ کی تحقیق مین یہ قول بالکل غلط ہی، اس لئے کہ،

واما قول القائل انه اسم محدث احدثه البغدادیون فمحال لان فی وقت الحسن البصری رحمة اللہ علیه کان

یہ لفظ حسن بصریؒ کے زمانہ مین رائج تھا، در آنحالیکہ حسن بصریؒ کا زمانہ بعض صحابیون کی معاصرت کا

يعرف هذا الاسم كان الحسن قد ادرك جماعة من اصحاب رسول الله صلعم الخ

چنانچہ ان کے اور سفیان ثوری کے اقوال مین یہ لفظ صوفی استعمال ہوا ہی،

بلکہ کتاب اخبار مکہ کی ایک روایت کے بموجب یہ لفظ عہدِ اسلام سے پیشتر بھی رائج تھا (۲۲)

زمانۂ حال کے مشائخ طریقت، جو قیودِ شریعت سے آزاد رہنا اپنے لیئے باعث فخر سمجھتے ہین، اونھین یہ سنکر حیرت و مایوسی ہوگی، کہ قدما صوفیہ کے نزدیک، طریقت شریعت مین مطلق تخالف نہ تھا، بلکہ شریعت ہی کی تکمیل کا نام طریقت تھا حضرت مؤلف فرماتے ہین، کہ علم کی دو قسمین ہین، ظاہری و باطنی، جب تک اس کا تعلق زبان و اعضاء سے ہی، اسے علم ظاہری سے تعبیر کرینگے، اسی کا نام علم شریعت ہی، مثلاً عبادات مین طہارت، نماز، زکوٰۃ، حج، وغیرہ یا احکام مین طلاق، فرائض، قصاص وغیرہ، جب اس کا اثر ظاہر سے گزر کر قلب باطن تک محیط ہو جاتا ہی، تو اسی کو علم باطن و طریقت سے موسوم کرتے ہین، اور یہان عبادات و احکام کے بجائے مقامات و احوال کی اصطلاحین رائج ہین، مثلاً تصدیق، ایمان، اخلاص، صبر، تقویٰ، توکل، محبت، شوق، وغیرہ، خود کلام مجید مین نعمتون کی ظاہری و باطنی دو قسمین قرار دی گئی ہین،

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (لقمان آیت ۲۰)

دنیا مین ہر شی کا ایک ظاہری پہلو ہی، اور ایک باطنی، قرآن کا ایک ظاہر ہے، ایک باطن، حدیث کا ایک ظاہر ہی، ایک باطن، کتاب اللہ و سنت رسولؐ کے اسی باطنی پہلو کا نام طریقت ہی، طریقت کتاب اللہ و سنت رسولؐ سے الگ کوئی شی نہین، بلکہ انھین کے مغز و باطن کا نام ہی (۲۴-۲۵)

لفظ "تصوف" اور "صوفی" کی وجہ تسمیہ کیا ہی؟ اس کے جواب مین مؤلف علام نے مختلف اقوال نقل کر دیئے ہین، ایک قول یہ ہی کہ صوفی دراصل صفوی تھا، یہ لفظ ذرا ثقیل تھا، کثرت استعمال سے زبانون پر صوفی رہ گیا، ابو الحسن قنادؒ کا خیال تھا کہ صوفی "صفا" سے مشتق ہی، اور اس کا اطلاق

اہلِ صفا پر ہوتا ہی، ایک اور بزرگ کا مقولہ ہی، جو لوگ کدورتِ بشریت سے پاک وصاف کر دیئے گئے، وہ صوفی کہلانے لگے، ایک اور بزرگ کی رائے مین اِن لوگون کا لباس انبیاء علیہم السلام کی تقلید مین صوف (پشمینہ) کا ہوتا تھا، اِس لیئے یہ صوفیہ کہلانے لگے، ایک اور گروہ اِس طرف گیا ہے، کہ اصحابِ صُفّہ کے باقیات صالحات صوفی کے لقب سے موسوم ہوئے، وقس علیٰ ہذا، متقدمین کے نزدیک فہم واتباعِ احکام قرآنی کے بعد سب سے زیادہ اہم ومقدّم شی اتباع سنت نبوی تھی، حضرت جنیدؒ فرماتے تھے، کہ ہمارا یہ سارا علم احادیث نبوی کا نچوڑ ہے، قرآن مین اتباع سنت نبوی کا صاف الفاظ مین حکم آیا ہی، وان تطیعوا تھتدوا (نور آیت ۵۴) ابو عثمان سعید الحیریؒ کا مقولہ تھا، کہ جو شخص سنت نبوی کو قولاً وفعلاً اپنے اوپر حاکم بنائے اوس کی بات ہمیشہ حکمت سے لبریز نکلے گی، حضرت بایزید بسطامیؒ نے خدا سے دعا کرنا چاہی کہ گرسنگی وشہوت کی آفت سے ہمیشہ محفوظ رہین، کہ معاً انھین یہ خیال آگیا کہ جب رسول اللہ صلعم نے اپنے لیئے ایسی دعا نہین کی تو مین کیونکر کرسکتا ہون، یہ خیال کرکے وہ اِس دعا سے باز رہے، اِس احترام مرتبۂ رسالت کا صلہ انھین یہ ملا، کہ عورت کی خواہش بالکل ہی اون کے دل سے جاتی رہی، ذوالنون مصریؒ کا مقولہ تھا کہ خدا کو خود مین نے خدا کے ذریعہ سے پہچانا اور باقی سب کو رسولؐ کے ذریعہ سے، سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے تھے، کہ جس وجد کی شہادت کتاب اللہ وسنت رسولؐ نہ دین وہ باطل ہی، اور اِسی کے قریب قریب قول ابو عثمانی دارانی کا ہی، حضرت شبلیؒ مرض الموت مین مبتلا تھے، نزع کا وقت تھا، گویائی کی طاقت جواب دے چکی تھی، ایک خادم وضو کرا رہا تھا، ڈاڑھی مین خلال کرانا بھول گیا، شبلیؒ نے اوس کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر ڈاڑھی مین خلال کرائی کہ سنتِ رسولؐ کا کوئی جز فروگزاشت نہ ہونے پائے، (ص۳۰ تا ص۱۰۲)

مسائلِ تصوف تمامتر کتاب اللہ وسنت رسولؐ سے مستنبط ہین، اِس استنباط کا طریقہ اور اس کی کیفیت جو حضرت مؤلف نے بیان کی ہی، وہ اِس قابل ہی، کہ یہان اسے حرف بحرف نقل کردیا جائے

المستنبطات ما استنبط اهل الفهم من المتحققين بالموافقة لكتاب الله عز وجل ظاهراً وباطناً
والمتابعة لرسول الله صلعم ظاهراً وباطناً والعمل بهما بظواهرهم وبواطنهم فلما عملوا بما علموا
من ذلك ورثهم الله تعالى علم ما لم يعلموا وهو علم الاشارة وعلم مواريث الاعمال التي يكشف
الله تعالى لقلوب اصفيائه من المعاني المذخورة واللطائف والاسرار المخزونة وغرائب العلوم و
طرائف الحكم في معاني القرآن ومعاني اخبار رسول الله صلعم من حيث احوالهم واوقاتهم
وصفاء اذكارهم قال الله تعالى افلا يتدبرون القرآن ام على قلوب اقفالها وقال النبي صلعم
من عمل بما علم ورثه الله تعالى علم ما لم يعلم وهو العلم الذي ليس لغيرهم ذلك من اهل العلم
والاقفال القلوب ما يقع على القلوب من الصدأ لكثرة الذنوب واتباع الهوى ومحبة الدنيا
وطول الغفلة وشدة الحرص وحب الراحة وحب الثناء والمحمدة وغير ذلك من المخالفات والذلات
والمخالفة والخيانات فاذا كشف الله تعالى ذلك عن القلوب لصدق التوبة والندم على الحوبة
فقد فتح الاقفال عن القلوب واتته الزوائد والفوائد من الغيوب فيعبر عن زوائده وفوائده
بترجمانه وهي اللسان الذي ينطق بغرائب الحكم وغرائب العلم
فاذا شرح هذه النقط المريدون والقاصدون والطالبون
من تلك الجواهر باذان واعية وقلوب حاضرة فاشتاقوا
وانتفعوا بذلك وانتشوا اه

ص ۱۰۵-۱۰۶

خلاصہ یہ ہے، کہ استنباط کا حق ان محققین و ارباب فہم کو پہونچتا ہے، جو ظاہر و باطن ہر طرح
کتاب اللہ و سنت رسولؐ کے متبع ہوتے ہیں، یہ لوگ جب کچھ عرصہ تک اپنے علم و معلومات کے مطابق
عمل کرتے رہتے ہیں، تو خدا اُنھیں وہ علم بھی دیدیتا ہے، جو پیشتر اُنھیں نہ تھا، اور یہ علم انھیں کے ساتھ

مخصوص رہتا ہی، اور اون کے نفوس مین تزکیہ اور قلوب مین جلا پیدا کرتا ہی، اور کثرت معاصی و شہوات،
حُبّ جاہ، حرص، طمع، خود پسندی وغیرہ سے جو زنگ الواح قلب پر جما ہوتا ہی، وہ دُھل جاتا ہی اُسوقت
اسرار غیب اُن پر منکشف ہوجاتے ہین، اون کی زبانین حقائق عالیہ کی ترجمانی کرنے لگتی ہین،

اِس کے بعد مُصنّف قرآن مجید کی اِس آیت سے وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ
اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ
یہ لطیف استدلال کرتے ہین، کہ حقایق دین جاننے والے اولی الامر یا اہل علم ہین اور اون کے
طبقہ مین اہل استنباط کو ایک امتیازی خصوصیّت حاصل ہی،

اسوۂ رسولؐ کے بعد، حضرات صوفیہ کے نزدیک سب سے مہتم بالشان اسوۂ صحابہ ہی، کتاب اللمع
کی، کتاب الصحابہ ان کے اسی اعتقاد کی تفسیر ہی، صحابہ کی عام مدح و تکریم کے بعد اس باب کی پہلی فصل کا
آغاز حضرت صدیقؓ کی ذات سے ہوتا ہی، جو اَعظم الخوف و اعظم الرجاء تھے، یعنی خدا سے ڈرتے بھی بیحد تھے،
اور اوس کی رحمت کے اُمید وار بھی بیحد رہتے تھے، چنانچہ خود فرماتے تھے، کہ اگر آسمان سے یہ ندا آئے، کہ

لو نادی منادٍ من السماء انه لن یلج الجنة	جنت مین بجز ایک شخص کے اور کوئی داخل نہ ہوگا تو
الا رجل واحد لرجوت ان اکون انا هو ولو	مجھے رحمتِ باری پر اتنا بھروسہ ہے کہ مین سمجھونگا وہ شخص
نادی منادٍ من السماء انه لا یدخل	واحد مین ہی ہون، اسی طرح اگر آسمان سے یہ ندا آئے کہ
النار الا رجل واحد لخفت ان اکون	بجز ایک شخص کے کوئی دوزخ مین نہ ڈالا جائے گا تو مین
انا هو، ص ۱۲۱	غضب الٰہی سے اِس قدر ڈرتا ہون کہ وہ شخص مین ہی
	اپنے تئین سمجھونگا،

ابو العباس بن عطاؒ سے جب آیۂ شریفہ کُونُوْا رَبّٰنِيّٖنَ کے معنی دریافت کیے گئے، تو اونھون نے کہا،
کہ ابوبکر صدیقؓ کے مانند ہوجاؤ، حضرت صدیقؓ ہی وہ شخص تھے، جنھون نے اپنا سارا مال و اسباب

لا کر رسول اللہ صلعم کی خدمت مبارک مین حاضر کر دیا اور جب آپ نے دریافت فرمایا کہ "اہل و عیال کے لیئے کیا چھوڑا؟" تو برجستہ جواب دیا کہ "خدا اور رسول کو" حضرت مؤلف لکھتے ہین کہ یہ فقر توحید کے رنگ مین ڈوبا ہوا تھا، اور سب سے پہلا صوفیانہ ارشاد تھا جو انسانی زبان سے ادا ہوا،

حضرت صدیقؓ کی سب سے بڑی خصوصیات، الہام و فراست تھین، اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کی نمایان خصوصیات ترکِ شہوات، اجتنابِ شبہات، اور تمسک بالحق تھین، حضرت عثمانؓ کے اہم خصوصیات، تمکین، ثبات، و استقامت تھین، جناب امیرؓ اکثر سلاسلِ تصوف کے شیخ الشیوخ ہین، آپ علم لدُنی کے سب سے بڑے حصہ دار تھے، یہ وہی علم لدُنی ہی جو خضر علیہ السلام کو عطا ہوا تھا، وعلمناہ من لدنا علماً اور جس کی بنا پر حضرت خضر نے حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیمبر سے کہدیا تھا کہ آپ صبر کے ساتھ میری رفاقت نہ کر سکینگے، انک لن تستطیع معی صبراً (اور یہین سے بعض لوگون نے غلطی سے ولایت کو نبوت سے افضل قرار دے لیا ہی) جناب امیرؓ مراتب توحید، معرفت، ایمان، علم مین کامل ترین تھے، اور اِن اصحاب اربعہ کے آثار قدم صوفیہ کے لیئے دلیلِ راہ ہین،

خلفاء اربعہ کے بعد قدرتاً اصحاب صُفہ کا ذکر آتا ہی، جن کی زندگی کا ایک ایک جزئیہ طالبانِ طریقت کے لیئے درسِ ہدایت رکھتا ہی، یہ وہ مقدس گروہ تھا جو معاش دنیوی سے قطعاً بے پروا ہو کر شب و روز شمع نبوت کے گرد پروانہ وار نثار ہوا کرتا تھا، جس کے پاس نہ کھانے کا سامان رہتا تھا، نہ پہننے کا، نہ اوڑھنے کا، اور جس کی زندگی تمامتر فقر و فاقہ، توکل و صبر، عشق و محبت کا ایک تسلسل تھی، اِس جماعت کی مدح مین متعدد آیاتِ قرآنی نازل ہوئی ہین، مثلاً للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ (بقر-آیت ۲۷۳) ولا تطرد الذین یدعون ربھم (انعام-آیت ۵۲) اِس حصہ کے آخری فصل مین عام صحابہ کی زندگی پر متصوفانہ حیثیت سے نظر کی گئی ہے، اور ان کے اقوال و آثار کو صوفیہ کے لیئے شمع ہدایت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہی، اصحاب ذیل کے اسماء مبارک

اِس حیثیت سے خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہین، طلحہ بن عبید اللہ، معاذ بن جبل، عمران بن حسین سلمان فارسی، ابو درداء، ابو ذر، ابو عبیدہ بن الجرّاح، عبد اللہ بن مسعود، براء بن مالک، عبد اللہ بن عباس، کعب احبار، حارثہ، ابوہریرہ، انس بن مالک، عبد اللہ بن عمر، حذیفہ بن الیمان، عبد اللہ بن جحش، اسامہ، بلال، مصعب بن عمر، عبد الرحمٰن بن عوف، حاکم بن حزام، عبد اللہ بن رواحہ، عدی بن حاتم رضی اللہ عنہم،

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر صوفیہ کے آداب و معمولات بیان کرکے ضرورتِ مرشد پہ بہت زور دیا ہی، اور اِس ضمن مین بعض بہت گہرے خیالات کا اظہار کیا ہی،

بہت سے مبتدیون کا یہ خیال ہوتا ہی، کہ مخالفت نفس حصول مقصد کے لیئے کافی ہی، چنانچہ وہ اپنی ذاتی رائے سے وہ طرح طرح کے مجاہدات اپنے لیئے اختیار کرلیتے ہین، غذا بہت گھٹا دیتے ہین، لذیذ غذائین بالکل ترک کردیتے ہین، پانی پینا چھوڑ دیتے ہین، آبادی سے نکل کر صحرا مین رہنے لگتے ہین، وقِس علی ہذا، حضرت مؤلف کا ارشاد ہی، کہ جب تک مرشد یا شیخ اِس قسم کے احکام نہ دے اِن چیزون کو اختیار کرلینا قطعاً غیر مفید رہیگا، بلکہ مضرت کا اندیشہ ہی، مثلاً ترک غذا کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ اِنسان فرائض یومیہ، نماز پنجگانہ وغیرہ پوری طرح نہ ادا کرسکیگا، نفس امّارہ کو زیر کرنا اتنا آسان نہین، کہ بغیر اُستاد کامل کی توجہ کے اِنسان تن تنہا یہ ہفتخوان طے کرسکے، خود رائی کی تمام صورتین اِس راہ مین خطرہ و ہلاکت کی طرف لیجانے والی ہین، (صفحہ ۱۴۱-۱۴۰)

اِن سب اعمال و مجاہدات کے لئے مخصوص آداب و شرائط ہین، بغیر اون کے قدم اُٹھانا سخت نادانی ہی،

سماع کی بحث گروہِ صوفیہ مین بڑی اہمیت رکھتی ہی، طریقت کے اِس اُستادِ قدیم نے اِس پر پوری تفصیل کے ساتھ اظہارِ خیال کیا ہی، اِس سلسلہ مین اونھون نے سب سے پہلے حُسن

صورت کو لیا ہی، اور اس کی مدح و توصیف مین متعدد احادیث نبوی نقل کی ہین، مثلاً

(۱) ما بعث اللہ نبیا الا حسن الصوت

(۲) زینوا القراٰن باصواتکم

(۳) ما اذن اللہ تعالیٰ لشئ کاذنہ لنبی حسن الصوت

(۴) لقد اعطی ابو موسی مزمارا من مزامیر آل داؤد لما اعطی من حسن الصوت

اِس کے بعد سماع کے مختلف معانی سماعِ شعر وغیرہ کا ذکر کیا ہی، اور قدما رِ صوفیہ مین جو حضرات سماع کے شیدائیون مین ہوئے ہین، مثلاً جنید بغدادی، ابوالحسن نوری، حضری وغیرہم ان کے اقوال نقل کئے ہین، آگے چلکر اباحتِ سماع عامہ کے عنوانات سے جو باب قایم کیا ہی، اُس مین عید کے دن سرورِ کائنات ؐ کے دف کے ساتھ گانا سُننے کا حوالہ دیا ہی، اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عایشہؓ، حضرت بلالؓ و دیگر صحابۂ کرام کے اشعار پڑھنے کا ذکر کیا ہی، حضرت مالک بن انسؓ، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عمرؓ اور امام شافعیؒ نے شعر کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کو جائز رکھا ہے، اور ان سب کی سندِ جواز سے فائدہ اُٹھایا گیا ہی، سماع خاصہ کے ضمن مین سامعین کے تین طبقہ کئے ہین، (۱) مبتدئین و مریدین (۲) متوسطین و صدیقین (۳) عارفین و اہل استقامت، اِس کے بعد محقق مؤلف نے مسئلہ سماع کے مختلف پہلوؤن کو لیا ہے، اور متعدد ابواب مین ہر پہلو پر تفصیلی نظر کی ہی، جواز کے جو آداب و شرائط و قیود ہین، اِن سے کسی حال مین اغماض نہین برتا ہے، آخری باب مین اِن حضرات کے خیالات کی ترجمانی کی ہے، جو جوازِ سماع کے منکر ہین یا اس کی کراہت کے قائل ہین، اِن چند ابواب کا مطالعہ موجودہ مشائخ کیلئے خاص طور پر سبق آموز ہو سکتا ہی،

اِن اقتباسات و تصریحات سے نوعیتِ کتاب کا اندازہ ہو گیا ہوگا، اور متاخرین کے کتب ملفوظات و مناقب سے اِسکا مقابلہ کرنے سے صاف نظر آجائیگا کہ قدیم اسلامی تصوف اور موجودہ صوفیت مین کس قدر عظیم الشان فرق ہی،

باب (۲)

کشف المحجوب

(شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ)

عربی مین تصوف کی قدیم ترین معلوم کتاب کا نام کتاب اللمع ہی، جس سے ہم پچھلی صحبت مین روشناس ہو چکے، فارسی مین تصوف کی قدیم ترین موجود کشف المحجوب ہی، کتاب اللمع آج سے چند سال قبل دنیا کے لیۓ معدوم تھی، اور اب بھی مشرق کے لیۓ اس کا عدم، اس کے وجود سے کچھ ہی بہتر ہے، خوش قسمتی سے کشف المحجوب اِس حجاب گمنامی مین نہین۔ داتا گنج بخش لاہوریؒ کا نام اکثرون کی زبان پر ہی، بالائی ہند کے بہ کثرت گھرانے اون کی عقیدت کے مسکن ہین، لاہور مین مدت ہوئی اصل فارسی نسخہ طبع ہو چکا ہی، اور ترجمہ بھی شایع ہو چکا ہی، چند سال ہوئے سینٹ پیٹرس برگ یونیورسٹی (روس) کے پروفیسر ژوکووسکی کے زیر اہتمام اصل کتاب یورپ مین چھپنے والی تھی، ممکن ہی اب چھپ چکی ہو، یہ سب کچھ ہی، تاہم استفادہ کرنے والون کا حلقہ اب بھی محدود ہی، اور تصنیف و مصنّف دونون سے تعارف کرانے کی ضرورت باقی ہی،

(۱) مصنّف

مصنف علیہ الرحمۃ کا پورا اسم گرامی ابو الحسن علی بن عثمان بن علی الغزنوی الجلابی اللاہوریؒ

ہندوستان مین عرف عام داتا گنج بخش مشہور ہی، وطن غزنین تھا، مضافات غزنین مین ہجویر و جلاب دو قریہ ہین، دونون مین قیام رہا، آخر عمر مین لاہور مین سکونت اختیار فرمائی تھی یہین انتقال کیا، اور یہین مدفون ہوئے، اِس ساری نقل و حرکت کے اظہار کے لئے نام کے ساتھ "غزنوی جلابی ہجویری لاہوری"، کا ضمیمہ لگا ہوا ہی،

سید حسنی تھے، شجرۂ نسب بعض تذکرون مین یون دیا ہے، علی بن سید عثمان بن سید علی بن عبد الرحمن بن شاہ شجاع بن ابو الحسن علی بن حسن اصغر بن سید زید شہید بن امام حسن بن علی مرتضیٰ رض،

بیعت شیخ ابو الفضل بن حسن ختلی سے تھی جو شیخ ابو الحسن حصری کے مرید تھے، شجرۂ طریقت سید الطائفہ جنید بغدادی تک پہونچتا ہی متعدد دیگر مشایخ کبار سے بھی استفادہ کیا تھا، کشف المحجوب مین جابجا اِن حضرات کا ذکر کرتے ہین، اور اپنے اون کے تعلقات پر روشنی بھی ڈالتے جاتے ہین، مثلاً امام ابو العبّاس احمد اشقانی کے تذکرہ مین کہتے ہین،

"مرا با وے اُنسے عظیم بود، و وے را بر من شفقت صادق، و اندر بعضے علوم اُستاد من بود" (کشف المحجوب، مطبوعہ لاہور، ص ۱۲۱)

شیخ ابو القاسم گرگانی اور اپنے تعلقات کے تذکرہ مین ایک دلچسپ واقعہ تحریر فرماتے ہین:-

روزے من اندر پیش شیخ نشستہ بودم، و احوال ہا و نمو ہائے خود را بر می شمردم[1] بہ حکم آنکہ روزگار خود بروے شرہ (؟) کنم، کہ ناقد وقت است، و وے بہ کراہتے آن از من می شنید،

---

[1] فارسی مطبوعہ نسخہ اغلاط سے اسقدر لبریز ہی، کہ بعض مقامات پر مطلب خبط ہو گیا ہی، جو الفاظ راقم سطور کی سمجھ مین پوری طور پر نہین آئے، اُنھین بجنسہ نقل کر کے اور اونھین زیر خط کر کے آگے قوسین مین علامت استفہام بنادی گئی ہی اِسی طرح (؟) جہان فقرہ کا فقرہ نہین حل سکا ہی وہان پورے فقرہ کو زیر خط کر کے اوس کے آگے اِسی قسم کی علامت بنادی ہی،

ومرا نخوت کودکی و آتش جوانی بر گفتار آن حریص می کرد و خاطرے صورت می بست که مگر این پیر را در ابتدا در این کوئے گزرے نبوده است که چندین خضوع می کند، اندر حق من، و نیازی نماید اندر باطن من۔ آن بدید وگفت اے دوست پدر (؟) بدانکه این خضوع من نه با ترا وحال تراست که محول احوال بر محل محال آید (؟) بلکه این خضوع من محوّل احوال را می کنم این عام باشد مر ہمہ طلّاب را نه خاص ترا، چون این بشنیدم، از دست بیفتادم، و وے اندر من بدید وگفت اے پسر آدمی را به این طریقت نسبت بیش ازان نبود که چون وے را به طریقت باز بندند، پندار یافت آن بگردانندش، چون از آن معزول کنندش به عبارت پندارش برسد، پس نفی و اثبات، فقد و وجود وے ہر دو پندار باشد و آدمی ہرگز از بند پندار نه رہد۔ وے را باید که درگاه بندگی گیرد، و جملہ نسبتہا را از خود دفع کند، بجز نسبت مردمی و فرمان برداری۔ و از بعد آن مرا با وے اسرار بسیار بود، اگر به اظہار آیات وے مشغول گردم از مقصود بمانم، (الفصاء ۱۲۳)

ایک جگہ خواجہ ابو احمد مظفرؒ سے اپنی ملاقات کا حال لکھا ہے، وہ بھی ارباب حال کے لیے اسی قدر دلچسپ ہے:۔

"روزے من اندر گرمابۂ گرم به نزدیک وے اندر آمدم با جامۂ راه و ژولیده موئے مرا گفت یا ابا الحسن ارادت حالی مرا گوئے تا چیست گفتم مرا سماع می باید، اندر حال کسے فرستاد تا قوّالی بیاوردند و جماعتے را از اہل عشرت۔ و آتش کودکی و قوت ارادت و حرکت ابتدا مرا اندر سماع کلمات مضطرب کرد، چون زمانه بر آمد، و سلطان و غلیان آن آفت اندر من کمتر شد مرا گفت چگونه بود، مر ترا این سماع۔ گفتم ایہا الشیخ سخت خوش بودم گفت وقتے بیاید که این و بانگ کلاغ ہر دو مر ترا یکسان شود، قوت سماع تا آنگاه بود که مشاہده نه باشد، چون مشاہده حاصل آید ولایت سمع ناچیز شود، ذکر (؟) تا این را عادت نه کنی تا طبیعت نه شود، و بازیدان

بمانی ہے" (ایضاً، ص ۱۲۳)

اسی طرح سلطان ابوسعید ابوالخیر، شیخ ابوالقاسم قشیری، وغیرہ دیگر مشاہیر صوفیہ سے اپنی ملاقات کے تذکرہ لکھے ہین،

حنفی المذہب تھے، امام ابوحنیفہؒ سے خاص عقیدت تھی، ان کا نام امام امامان و مقتدائے سنیان، شرف فقہا و عز علماء کی حیثیت سے لیا ہی، اور اون کے کمالات کا بیان تفصیل سے کیا ہے، (ص ۶۶ تا ۶۹)

اِس ضمن مین اپنا ایک خواب بھی تحریر فرماتے ہین، جس کا اقتباس لطف اور نفع سے خالی نہ ہوگا، فرماتے ہین کہ :-

"مین ملک شام مین تھا، ایک مرتبہ حضرت بلالؓ موذن کے مزار کے سرہانے سوگیا، خواب مین دیکھتا ہون، کہ مکہ مین حاضر ہون اور پیغمبر خدا صلعم باب بنی شیبہ سے اندر داخل ہوے ہین، اور جس طرح کوئی کسی بچہ کو گود مین لئے ہو ایک مسن شخص کو گود مین لئے ہوئے ہین، مین دوڑتا ہوا حضور مین پہونچا، پائے اقدس کو بوسہ دیا، اور دل مین سوچنے لگا، کہ یہ مرد مسن کون ہین، حضور صلعم کو میرے خطرۂ قلب پر اطلاع ہوگئی، ارشاد ہوا کہ یہ شخص تیرا اور تیری قوم کا امام ہے یعنی ابوحنیفہ، اِس خواب سے مجھے اپنے اور اپنی قوم کے حق مین بہت کچھ اُمیدین ہوگئین، اور اِس خواب سے مجھپر یہ بھی منکشف ہوگیا کہ امام ابوحنیفہ ان لوگون مین ہین جو اپنے صفات ذاتی سے فانی ہوچکے ہین، اور محض احکامِ شرع کے لیئے باقی ہین، اس لئے کہ اون کے حامل رسول خدا صلعم تھے اگر مین انھین خود چلتے ہوئے دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ وہ باقی الصفت ہین، اور باقی الصفت کے لئے خطا و صواب دونون کا امکان ہی، لیکن چونکہ انھین حضرت رسول خدا صلعم کی گود مین دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ ان کا وجود ذاتی فنا ہوچکا ہے، اور اب جو ان کا وجود قایم ہے،

وہ رسول خدا صلعم کے وجود سے قایم ہی، اور چونکہ خود رسول خدا صلعم کے لیئے کسی طرح کی خطا کا امکان نہین اِس لئے جس کا وجود اُن مین فانی ہوچکا ہی، وہ بھی امکانِ خطا سے پاک ہی" (ایضاً ۶۰ و ۶۹)

سفر و سیاحت مین اکثر رہا کرتے تھے شام سے لیکر تُرکستان اور ساحلِ سندھ سے لیکر بحر قزوین تک یعنی اپنے زمانہ کی تقریبًا ساری اسلامی عملداری کی سیاحی کا ذکر کیا ہی، آذربائیجان بسطام، دمشق، رملہ، بیت الجن، طوس، مهنہ اور جبل السلام کے نام اپنے سفرنامون کے ذیل مین تصریح کے ساتھ لیئے ہین، ایک مرتبہ دورانِ قیام عراق مین معلوم ہوتا ہی، کہ دولت بہت جمع ہوگئی تھی اور اسراف سے قرضداری کی نوبت آگئی تھی، فرماتے ہین،

"وقتے من اندر دیار عراق اندر طلب دنیا و فنا کردن آن تا باکے می کردم (؟) ووام بسیار بر آمدہ بود و جشتو یہ ہر کسے را کہ بایستے بودے (؟) روئے بہ من آوردہ بودند، و من در رنج حصول بہ ائے شان ماندہ بودم (ایضاً ۲۶۸)"

عرصہ تک پریشانی رہی، بالآخر ایک درویش کی نوعظت کے اثر سے فراغت نصیب ہوئی،

قیدِ ازدواج سے ہمیشہ آزادی رہی، البتہ ایک مقام پر آپ بیتی یون بیان کرتے ہین، جس سے معلوم ہوتا ہی کہ شاید ایک مرتبہ کسی کے خدنگِ نظر سے بسمل ہوگئے تھے، اور ایک سال تک اِس زخم کی تڑپ نے بیتاب رکھا، لیکن بالآخر فضلِ ایزدی نے زخم کا مرہم بھی پیدا کردیا، عبارت اِس قدر مبہم ہی کہ تفصیلات کا پتہ بالکل نہین چلتا،

"من کہ علی بن عثمان الجلاّبی ام از پس آنکہ مرا حق تعالیٰ یازدہ سال از آفتِ تزویج نگاہ داشتہ بود، ہم تقدیر کرد تا بفتنہ اندر افتادم وظاہر و باطنم اسیر صفتے باشد کہ با من کردند (؟) بے آنکہ رویت بودہ، ویکسال مستغرق آن بودم، چنانچہ نزدیک بود کہ دین بر من تباہ شود تا حق تعالیٰ بکمال لطف وتمام فضل خود، عصمت را بہ استقبال دل بیچارہ من فرستاد، وبہ رحمت

خلاصی ارزانی داشت (ص۲۰۵)

استعداد علمی کی تفصیل کسی تذکرہ مین درج نہین، لیکن کشف المحجوب کی تصنیف خود اِس امر کا واضح ثبوت ہی کہ اِس کا مُصنّف، علوم ظاہری مین تبحر رکھتا ہی، بعض تذکرون مین اجمالاً صرف اِس قدر ہی "جامع بود بیانِ علوم ظاہر و باطن" اور یہ یقیناً صحیح ہی،

بعض تذکرون مین ہی کہ لاہور اپنے پیر مرشد کے حکم سے آئے اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ کے ایک ملفوظ مین تو ورودِ لاہور کی تفصیل بھی ملتی ہی[1] فوائد الفواد مین ہی کہ علی ہجویریؒ اور شیخ حسین زنجانیؒ ایک ہی مرشد سے بیعت رکھتے تھے شیخ حسن زنجانی عرصہ سے لاہور مین سکونت رکھتے تھے، ایک روز شیخ علی ہجویری کو مرشد کا حکم ملا، کہ لاہور مین سکونت اختیار کرو، عرض کیا کہ وہان تو شیخ حسین پیشتر سے موجود ہین، مکرر ارشاد ہوا کہ تم جاؤ، تعمیل کی، شب مین لاہور پہنچے اُسی شب مین شیخ حسین نے انتقال فرمایا، اور صبح اُن کا جنازہ اُٹھایا گیا، اِن روایات سے معلوم ہوتا ہی، کہ لاہور کو مرشد کے حکم سے اپنا مسکن بنایا تھا، لیکن خود کشف المحجوب کی عبارت سے کچھ ایسا مترشح ہوتا ہے کہ لاہور کا قیام مرضی کے خلاف کسی مجبوری سے تھا، فرماتے ہین کہ

"کتب من بہ حضرت غزنین ماندہ بود، و من اندر دیار ہند از بلدۂ لاہور کہ از مضافات ملتان ست درمیان ناجنسان گرفتار شدہ بودم" ص۶۵

"میری کتابین غزنین مین چھوٹ گئین ہین اور مین ہندوستان مین شہر لاہور مین ناجنسون کے درمیان گرفتار ہون"

اس کا کچھ پتہ نہین چلتا کہ "گرفتاری" کا لفظ فقرۂ بالا مین مجازاً استعمال کیا ہی یا حقیقۃً۔

عام لقب جو "گنج بخش" مشہور ہی، اس کی بابت یہ روایت ہی کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے آپ کے مزار پر آکر چلّہ کیا، اور اکتساب فیوض و برکات کے بعد جب رخصت ہونے لگے

[1] فوائد الفواد، مرتبۂ امیر حسن علاء سنجریؒ، ص۲۵ (مطبوعۂ نولکشور)

تو مزار کے رُخ کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا ؎

گنج بخشِ ہر دو عالم مظہرِ نورِ خدا   کاملان را پیرِ کامل ناقصان را رہنما

اسی وقت سے گنج بخش کا لفظ عام زبانون پر چڑھ گیا،[1]

سنہ وفات کے متعلق اختلاف ہی، صاحب نفحات الانس خاموش ہین، صاحب سفینۃ الاولیانے دو روایتین دی ہین ایک ۴۵۶ھ اور دوسری ۴۶۴ھ کی بابت،[2] آزاد بلگرامی نے ایک ضمنی موقع پر ۴۶۵ھ درج کیا ہی،[3] نکلسن کا قیاس ہی، کہ ۴۶۵ھ و ۴۶۹ھ کے درمیان وفات ہوئی،[4] مزار پر جو قطع تاریخ کندہ ہی اس سے بھی ۴۶۵ھ نکلتا ہی، راقم سطور کے نزدیک بھی اسی کو صحیح ماننا چاہیئے، مزار شہر لاہور کے باہر سمت غرب مین واقع ہی، ہر جمعرات و جمعہ کو زائرون اور حاجتمندون کا ہجوم رہتا ہی، عام عقیدہ یہ ہی، کہ چالیس روز متصل یا چالیس شبہائے جمعہ کو طواف مزار کرنے سے ہر مشکل آسان اور ہر حاجت روا ہو جاتی ہی،

اس قدر یقینی ہی، کہ تصوف پر متعدد کتابین تصنیف کین، لیکن آج اِن تصانیف کا وجود تو الگ رہا، ان کے نام تک کسی تذکرہ مین محفوظ نہین، صاحب سفینۃ الاولیاء اس سے زائد نہ لکھ سکے کہ

"حضرت پیر علی ہجویری را تصانیف بسیار است"[5]

البتہ خود کشف المحجوب مین مصنف نے جابجا اپنی دوسری تصانیف کے حوالے دیئے ہین، اِن عبارتون کے یکجا کرنے سے تصانیف ذیل کا پتہ چلتا ہے، ممکن ہی کہ اِن کے علاوہ کچھ اور بھی ہون،

---

[1] خزینۃ الاصفیا از غلام سرور لاہوری، جلد دوم ص ۲۳۵، [2] سفینۃ الاولیاء، ص ۱۶۰، [3] مآثر الکرام (نسخہ شایع کردہ عبداللہ خان، حیدرآباد دکن) [4] مقدمہ ترجمۂ انگریزی کشف المحجوب

[5] سفینۃ الاولیاء، ص ۱۶۵،

اِس قدر تو بہرحال قطعی یقین ہے:-

	نام کتاب	عبارت کشف المحجوب
۱	"دیوان"	یکے آنکہ دیوان شعرم کسے بہ خواست (ص۱)
۲	"منہاج الدین"	دیگر کتابے تالیف کردم اندر طریق تصوف نام آن منہاج الدین (ص۱) نیز بیش ازین کتابے ساختہ ام مرآن را منہاج الدین نام کردہ اندر وے مناقب (اہل صفہ) یک یک بہ تفصیل آوردہ (ص۵) نیز
۳	"کتاب الفناء والبقا"	"اندر کتابے کہ کردہ ام بجز این منہاج نام (ص۱۱)" نا از این جنس سخن است اندر کتابے فنا و بقا" (ص۴)
۴	"اسرار الخرق والموؤنات"	مرا اندرین باب کتابے است مفرد کہ نام آن اسرار الخرق والموؤنات ست" (ص۳۵)
۵	"کتاب البیان لاہل العیان"	"من اندرین معنی تا اہل ہدایت کتابے ساختہ ام و آن را کتاب البیان لاہل العیان نام کردہ شد" (ص۱۹۵)
۶	"بحر القلوب"	"اندر بحر القلوب … بہ جمع فصولے گفتہ ام" (ص۱۹۵)
۷	"الرعایۃ لحقوق اللہ"	طالب این علم را این مسئلہ از کتاب دیگر باید طلبید کہ کردہ ام و آن را الرعایۃ لحقوق اللہ نام کردہ" (ص۲۱۱)

ذیل کی عبارتوں میں دو کتابوں کے حوالہ اور آتے ہیں، خدا معلوم اِن سے مراد کتب بالا ہی ہیں، یا یہ تصانیف ان کے علاوہ ہیں۔ نکلسن کا خیال ہے، کہ یہ علیحدہ تصانیف ہیں، اِس حساب سے دو کتابوں کا اور اضافہ سمجھنا چاہیئے،

۸ "پیش ازین اندر شرح کلام وے [منصور حلاج] کتابے ساختہ ام" (ص۱۱۱)

۹ من اندر بیان این [ایمان] کتابے کردہ جداگانہ (ص۲۱۵)

آج یہ سب کتابیں عنقا ہیں،

مخدوم موصوف علیہ الرحمۃ کے مرتبۂ کمال کا اعتراف سب کو رہا ہی، خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ اور شیخ المشائخ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ جیسے مسلّم اکابر نے آپکے مزار پر چلّہ کھینچے ہیں، اور فیوض و برکات حاصل کئے ہیں چنانچہ دونوں حضرات کے مکانات چلّہ کشی اب تک موجود و محفوظ ہیں۔ ملا جامیؒ ان الفاظ میں تصنیف و مُصنّف کی جلالتِ قدر کا اعتراف کرتے ہیں:۔

"عالم و عارف بود۔۔۔۔۔۔۔۔ صحبت بسیارے از مشائخ دیگر رسیدہ است، صاحب کتاب کشف المحجوب است، کہ از کتب معتبرہ مشہورہ درین فن است و لطائف و حقائق بسیار در آن کتاب جمع کردہ است[۱]"،

شہزادہ دارا شکوہ کے نزدیک فارسی زبان میں تصوف پر کوئی کتاب کشف المحجوب کے ٹکر کی نہیں:

"خانوادۂ ایشان خانوادۂ زہد و تقویٰ بودہ، حضرت پیر علی ہجویری را تصانیف بسیار است، اما کشف المحجوب مشہور و معروف است، و ہیچکس را بر ان سخن نیست و مرشدے است کامل، در کتب تصوف بہ خوبی آن در زبان فارسی تصنیف نہ شدہ و خوارق و کرامات زیادہ از حد و نہایت و بارہا بر قدم تجرید و توکل سفر کردہ اند[۲]"،

سب سے بڑھکر قابل استناد و قابل افتخار قول حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ کا ہی، آپ کا ارشاد تھا، کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو، اُس کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مل جائیگا، آپ کا ایک غیر مطبوع ملفوظ دُررِ نظامی میں ہے،

---

[۱] نفحات الانس، جامی، ص۳۲۵ (مطبوعہ کلکتہ) [۲] سفینۃ الاولیا، دارا شکوہ، ص۱۶۴،

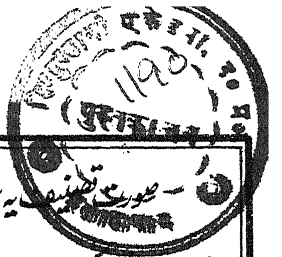
"می فرمودند کشف محجوب از تصنیف شیخ علی ہجویری است، قدس اللہ روحہ العزیز، اگر کسے را پیرے نہ باشد، چون این کتاب را مطالعہ کند اورا (؟) پیدا شود ...... من این کتاب را بہ تمام مطالعہ کردہ ام[1]"

مخدوم موصوف کی اِس کرامت کا ذکر متعدد تذکرون مین ہے کہ لاہور مین آپ نے جو مسجد تعمیر کرائی تھی، اوس کی محراب مین بمقابلہ دوسری مساجد کے سمت جنوب مین زرا کجی تھی، علماے وقت نے اعتراض کیا کہ سمت قبلہ قایم نہین رہی، آپ نے ایک روز سب کو جمع کر کے خود نماز پڑھائی، اِس کے بعد حاضرین سے کہا کہ خود دیکھ لو کعبہ کدھر ہے، حجابات اُٹھ گئے، سب نے دیکھا کہ بیت اللہ مسجد کے ٹھیک مقابل ہے،

(۲) تصنیف

کشف المحجوب تصوف کی قدیم ترین کتابون مین ہے، اور فارسی زبان مین تو اِس سے قدیم تر کوئی کتاب تصوف پر دریافت نہین ہوسکی ہے، مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ اپنی متعدد ابتدائی کتابون اور اپنی سکونتِ لاہور کا ذکر کرتے ہین، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اِس کتاب کی تصنیف آخر عمر مین فرمائی ہے، یعنی پانچوین صدی ہجری کے وسط مین۔ اِس کتاب کے تقریبًا ہم عمر امام ابو القاسم قشیریؒ کا عربی رسالہ قشیریہ ہے، موضوع اِس کا بھی تصوف ہی ہے، لیکن دونون کے طرزِ تصنیف مین فرق یہ ہے کہ امام موصوف نے زیادہ تر متقدمین کے اقوال وحکایات کے نقل کردینے پر اکتفا کی ہے، بہ خلاف اِس کے مخدوم ہجویری ایک محققانہ ومجتہدانہ انداز سے اپنے ذاتی تجربات، واردات، مکاشفات ومجاہدات وغیرہ کو بھی قلمبند کرتے جاتے ہین، اور مباحثِ سلوک پر ردّ وقدح کرنے مین بھی تامل نہین کرتے اون کی کتاب کی حیثیت محض ایک مجموعۂ حکایات وروایات کی نہین بلکہ ایک مستند محققانہ تصنیف کی ہے۔

[1] ررر نظامی مرتبہ شیخ علی محمود جاندار نسخۂ قلمی مملوکہ سید عظیم الدین، خادم درگاہ نظام المشایخ، دہلی،



— صورت تصنیف یہ ہی، کہ کوئی صاحب ابوسعید نامے فرضی یا واقعی سایل ہین، اونھون نے حضرت مخدوم کی خدمت مین عرض کی ہی کہ

"بیان کُن مرا اندر تحقیق طریقت تصوف وکیفیت مقامات ایشان و بیان مذاہب و مقالات آن اظہار کُن مرا رموز و اشارات ایشان وچگونگی محبت خدائے عزوجل وکیفیت اظہار آن بر دلہا وسبب حجاب عقول از کُنہ ماہیت آن و نفرت نفس از حقیقت آن و آرام روح با صفوت آن، و اُنچہ بدین تعلّق دارد از معاملت آن" (ص۶)

ساری کتاب اِسی سوال کے جواب، اور اِنھین مراتب کی تفصیل مین ہی،

مضامین و تصانیف کے سرقہ مین معلوم ہوتا ہی، اُس وقت کے لوگ بہت جری و بیباک تھے، مصنفؒ کو دو بار اِن لوگون کے ہاتھون تلخ تجربات اُٹھانے پڑے، ایک مرتبہ کسی صاحب نے مسودہ دیوان مصنّف سے مستعار لیا اور واپس کرنے کے بجائے اپنے نام وتخلص کے ساتھ اس کی اشاعت شروع کر دی۔ دوسری بار یہ اتفاق ہوا کہ ان کی ایک تصنیف فن سلوک مین منہاج الدین کے نام سے تھی، اِسے کوئی شخص اُڑا لے گیا، اِن کا نام کاٹ کر عنوان پر اپنا نام لکھدیا، اور اسکی تصنیف کو اپنی جانب منسوب کرنا شروع کر دیا، کشف المحجوب کی تصنیف اِن تصنیفات کے بعد کی ہی، اِس کے آغاز مین اسمِ مصنف کی تصریح ضروری تھی، اِن حالات کا ذکر ابتدائے سخن مین خود ہی فرمایا ہے:-

اُنچہ اندر ابتدائے کتاب نام خود ثبت کردم مراد اندر آن دو چیز بود، یکے نصیب خاص و دیگر نصیب عام و اُنچہ نصیب عام بود آن ست کہ چون جہلۂ این علم کتابے بینند نو، کہ مصنف آن بچند جائے ثبت نہ باشد، نسبت آن کتاب بخود کنند و مقصود مصنّف از آن بر نیاید کہ مراد از جمع و تالیف و تصنیف کردن بجز آن نہ باشد کہ نام مصنف بدان کتاب زندہ باشد و خوانندگان و متعلمان

وے را دعائے نیکو کنند، کہ مرا ازین حادثہ افتاد بدو بار، یکے آنکہ دیوان شعرم کسے بخواست وباز گرفت واصل نسخہ جز آن نبود آن جملہ را بگردانید ونام من از سر آن بیفگند ورنج من ضائع گردانید تاب اللہ علیہ ودیگر کتابے تالیف کردم اندر طریق تصوف عمّرہ اللہ نام آن منہاج الدین یکے از مدعیان رکیک کہ گرامی گفتار نامم او نکند نام من از سر آن پاک کرد ونزدیک عوام چنان نمود کہ آن وے کردہ است، ہرچند خواص برآن قول وے خندیدند تا خداوند تعالیٰ بے برکتی آن بدو رسانید، تا مش از دیوان طلاب درگاہ خود پاک گردانید (ص۲)

اِس سرقہ سے اِس قدر خائف تھے، کہ اسی ایک تصریح پر اکتفا نہین کی ہی بلکہ درمیان کتاب مین بار بار اپنے پورے نام کی تصریح فرماتے گئے ہین،

لاہور کا جو مطبوعہ نسخہ پیش نظر ہی، اس کا ہر صفحہ اغلاطِ طبع وکتابت سے لبریز ہے، بعض مقامات پر عبارت بے معنی ہوگئی ہی، بعض مقامات پر حضرت مصنف کے بالکل خلاف منشا معنی نکلتے ہین، اور اس سے بڑھکر ستم یہ ہی، کہ اکثر مقامات پر اسمائے اشخاص ومواضع بالکل مسخ ہوگئے ہین،، دوسرا تکلیف دہ امر اس نسخہ مین یہ ہی، کہ کسی قسم کی فہرست مضامین وغیرہ درج نہین، کتاب متعدد ابواب وفصول مین منقسم ہی، ہر باب وفصل کے الگ الگ پیراگراف (بند) ہین، لیکن کاتب صاحب نے بائے بسم اللہ سے لیکر تائے تمت تک ۴۲۸ صفحہ کی کتاب کا یکسان قلم رکھا ہی، نہ کہین کوئی پیراگراف (بند) توڑا ہی، نہ ایک باب وفصل کے اختتام اور دوسرے کے آغاز کو کوئی نمایان امتیاز دیا ہی، راقم سطور نے بطور خود ایک فہرست مضامین اور بعض دوسری فہرستین مُرتب کی ہین، جن سے ناظرین کو مطالعۂ کتاب مین شاید کچھ سہولتین حاصل ہوسکین،

شروع کے چھ صفحہ (۱ تا ۶) بہ طور مقدمہ یا تمہید کے ہین، جس مین سببِ تالیف، موضوع سُخن وغیرہ کی تصریح کی ہی، اِس کے بعد ترتیبِ مضامین حسب ذیل ہے،

(۱) باب اول فی اثبات العلم (ص۱۴تا۱۷) اِس مین عِلم کی ماہیت اس کے فضائل اور اس کے اقسام کا بیان ہی، مشہور صوفی حاتم اصمؒ کا قول نقل کیاہے، کہ

حاتم الاصم گفت رضی اللہ عنہ کہ چہار علم اختیار کردم و از ہمہ علمہائے عالم برستم...... یکے آنکہ بدانستم کہ مرا رزقے است مقسوم کہ زیادت وکم نہ شود از طلب زیادت برآسودم، و دیگر آنکہ بدانستم کہ خدائے را بر من حقے است کہ جز من کسے دیگر نہ تواند گزارد و بہ ادائے آن مشغول گشتم دیگر آنکہ دانستم کہ مرا طالبے ست یعنی مرگ کہ از وے نتوانم گریخت آن را بساختم (۴) و چہارم آنکہ دانستم کہ مرا خداوندے ست مطلع بر من از وے شرم داشتم و از ناکردنی دست باز داشتم" (ص۱۷)

تمام علوم عالم مین سے مین نے چار چیزون کا علم اختیار کرلیا ہی، اور باقی کی حاجت نہین رہی........ اول یہ کہ رزق کی ایک مقدار مقسوم ہے، جس مین کمی بیشی نہین ہوسکتی، اسلئے اِس مین اضافہ کی طلبگاری سے نجات پاگیا ہون دوسرے یہ کہ خدا کی جانب سے میرے اوپر جو حقوق عائد ہین، اونکی بجاآوری میرے ہی ذمہ فرض ہے اِس لئے اونکی اوائگی مین مشغول رہتا ہون، تیسرے یہ کہ میرے تعاقب مین موت لگی ہوئی ہی، جس سے کسی طرح گریز ممکن نہین اِس لئے اِس سے ملنے کی تیاری کرتا رہتا ہون، چوتھے یہ علم ہی کہ خدا میرے حال کو دیکھتا رہتا ہی، اس سے شرم کرتا رہتا ہون اور ممنوعات سے بچتا رہتا ہون"

// // // // // // //

عِلم صحیح کے لیئے عِلم ظاہر (شریعت) وعلم باطن (حقیقت) کی جامعیت ضروری ہی، صرف ایک کا وجود طالب کے لیئے مُضر ہوگا،

ظاہر ورزش معاملت و باطنش تصحیح نیت و قیام ہریک ازین بے دیگرے محال باشد ظاہر بے حقیقت باطن نِفاق بود و باطن

ظاہر بغیر امتزاجِ باطن کے نفاق ہی، اور باطن بغیر امتزاجِ ظاہر کے زندقہ شریعت بلا حقیقت نقص ہے اور حقیقت بلا شریعت ہوس علم حقیقت کے تین ارکان ہین

یکے ظاہر نہ بود و ظاہر شریعت بے باطن نقص
بود و باطن بے ظاہر ہوس پس علم حقیقت را سہ
رکن ست یکے علم بذات خداوند تعالیٰ و وحدانیت
وی و نفی تشبیہ از وے، و دیگر علم بہ صفات
خداوند تعالیٰ و احکام آن و سہ دیگر علم بہ افعال
و حکمت وے و علم شریعت را نیز سہ رکن است،
یکے کتاب، دیگر سنت و سہ دیگر اجماع اُمت" انتہیٰ

علم ذات و توحید و نفی تشبیہ خداوندی، علم صفات
و احکام خداوندی، اور علم افعال و حکمت افعال
خداوندی، علم شریعت کے بھی یہ تین رکن ہین، قرآن
سنتِ رسول و اجماع اُمت،
″ ″ ″ ″ ″ ″
″ ″ ″ ″ ″ ″
″ ″ ″ ″ ″ ″

علم ذات خداوندی کی تعلیم اِس قسم کی آیات قرآنی مین بہ کثرت ملتی ہی فاعلم انہ لا الہ الا
اللہ واعلموا ان اللہ ھو مولٰکم الم تر الی ربک کیف مد الظل - افلا
ینظرون الی الابل کیف خلقت، لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر نیز اس قسم
کی احادیث نبوی ہین کہ من علم ان اللہ تعالیٰ ربہ وانی نبیہ حرم اللہ تعالیٰ لحمہ و
دمہ علی النار،

علم صفات خداوندی کی جانب رہبری اِس قسم کی آیات قرآنی کرتی ہین انہ علیم
بذات الصدور، واللہ علی کل شیٔ قدیر - وھو السمیع البصیر،
فعال لما یرید - ھو الحی لا الہ الا ھو - وقس علی ھذا

علم افعال خداوندی کے بابت اِس قسم کی آیات قرآنی مین اشارہ ہی، واللہ خلقکم
وما تعملون، اللہ خالق کل شیٔ وقس علی ھذا،

علم شریعت کے رکن اول، کتاب اللہ سے اعتصام کی دلیل یہ ارشاد حق تعالیٰ ہے،
منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب رکن دوم سنت نبویؐ کی شاہد عدل یہ فرمان

ربانی ہے، وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہو رکن سوم اجماع اُمت کی دستاویز استادیہ ارشاد حضرت رسالتؐ ہو، لا یجتمع امتی علی الضلالۃ علیکم بالسواد الاعظم،

علم (بہ شمول علمِ شریعت) کی اہمیت پر جتنا زور دیا ہے، اوس کا مزید اندازہ اقتباس ذیل سے ہوگا،

محمد بن فضل البلخی گوید رحمۃ اللہ علیہ العلوم ثلثۃ علم من اللہ وعلم مع اللہ وعلم باللہ علمِ باللہ علم معرفت بود کہ ہمہ انبیاء و اولیاء بدو دانستہ اند و تا تعریف و تعرف وے نبود ایشان ویرا ندانستند، علم من اللہ علمِ شریعت بود کہ آن از وے بما فرمان و تکلیف است و علم مع اللہ علمِ مقامات و طریق حق و بیان درجات اولیاء ست پس معرفت بے پذیرفت شریعت درست نیاید و ورزش شریعت بے اظہار مقامات راست نیاید...... ہر کرا علم معرفت نیست دلش بجہل مردہ است و ہر کرا علمِ شریعت نیست دلش بہ نادانی بیمار است، (ص ۱۲)

محمد بن فضل بلخیؒ کہتے ہین، کہ علم کی تین قسمین ہین۔ علم من اللہ، علم مع اللہ۔ علم باللہ، علم باللہ علمِ معرفت ہی، کہ انبیاء و اولیا نے اِسی ذریعہ سے معرفت باری حاصل کی ہی، اور بغیر اس کے انھین معرفت حاصل نہ ہوسکی (یہ علم اکتساب سے نہین آتا) علم من اللہ علم شریعت ہے، یعنی احکام الٰہی و فرائض عبدیت کا علم، علم مع اللہ علم مقامات طریقت و درجات اولیاء کا نام ہی، معرفت بغیر علم شریعت کے قبول کیے درست نہین ہوسکتی، اور شریعت پر عمل بغیر مقامات رسی کے ممکن نہین، جس کو علم معرفت نہین اوس کے قلب پر جہل کی موت طاری ہے، اور جسے علم شریعت نہین اُس کا قلب مرض نادانی مین گرفتار ہی،

اِسی تعلیم کی تائید مین بایزید بسطامیؒ کا قول ہے، کہ مین نے تیس سال تک مجاہدات کئے، لیکن کسی مجاہدہ کو علم و تحصیل علم سے صعب تر نہین پایا (عملت فی المجاھدۃ ثلٰثین سنۃ فما وجدت شیئًا اشد علی من العلم ومتابعتہ)

اور خود مرشد ہجویریؒ کا بیان ہی، کہ طبع انسانی کے لیئے آگ پر چلنا راہ علم پر چلنے سے آسان تر ہی، اور ایک جاہل کے لیئے پل صراط پر ہزار بار گزرنا اِس سے آسان ہی کہ علم کا ایک مسئلہ حاصل کرے،، (ص۱۴)

آج جبکہ بعض خوش فہم صوفیہ" نے ہر قسم کے علم پر حجاب اکبر" کا حکم لگا رکھا ہی، علم شریعت کے فضائل مذکورہ بالا یقینًا حیرت و استعجاب کے کانون سے سُنے جائینگے،

(۲) باب الثانی فی الفقر (ص۲۲-۲۴) اِس باب مین فضائل فقر و مسکنت کا بیان ہے، فضائل فقر مین متعدد آیات قرآنی وارد ہین۔ مثلاً للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف (بقرع ۳) یا پھر مثلاً تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا و طمعا (سجدہ ع ۲)

احادیث نبوی مین بھی بہ کثرت فضائل فقر وارد ہوئے ہین، سرور کائناتؐ خود اپنے متعلق دعا مین یہ آرزو کرتے تھے کہ" اے پروردگار مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکین بنا کر وفات دے، اور حشر مین زمرۂ مساکین مین اُٹھا"، ایک اور حدیث مین آتا ہے، کہ قیامت کے روز ارشاد باری تعالیٰ ہوگا، کہ میرے دوستون کو حاضر کرو، فرشتے عرض کرینگے کہ بارالہا تیرے دوست کون ہین؟ جواب ملیگا کہ" فقراء و مساکین" (ادنی امنی احبای فیقول الملٰئکۃ من احبای فیقول اللہ الفقراء والمساکین) عہد رسالت مین فقراء مہاجرین تھے جو مسجد نبوی مین تمام اسباب دنیوی سے قطع نظر کر کے محض عبادت الٰہی کے لیئے بیٹھ جاتے تھے،

اور اپنی روزی کے لیئے محض مُسَبّبُ الاسباب پر تکیہ و توکل رکھتے تھے، اون کی خبر گیری اور اون کی رفاقت کے لیئے خود رسول اللہ صلعم کو بارگاہِ رب العزت سے تاکید ہوتی تھی چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہی، ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ اور ایک دوسرے مقام پر فرمان ملتا ہی ولا تعد عیناک عنھم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا۔ اِن تاکیدی احکام نے اِن فقراء و مہاجرین کو اِس مرتبہ پر پہنچا دیا تھا کہ سرورِ کونینؐ جہاں کہیں انھیں دیکھ لیتے تو ارشاد فرماتے "میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں کہ خدا نے تمھارے حق میں مجھپر عتاب کیا"، (ص ۱۴-۱۵)

صفحات مابعد میں فقر کی حقیقت و آداب پر بحث کی ہی، اور غنا کے مقابلہ میں اس کی افضلیت بہ دلائل ثابت کی ہی،

(۳) الباب الثالث فی التصوف (ص ۲۲-۳۱) تیسرا باب ماہیتِ تصوف پر ہی حضرت مصنف حسب عادت اِس باب کا بھی آغاز قول خدا و قول رسولؐ سے کرتے ہیں چنانچہ کلامِ الٰہی میں انھیں اِس باب کے مستناب یہ آیت ملتی ہی، وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما۔ اور احادیث میں سے اِس کو پیش کرتے ہیں، من سمع صوت اھل التصوف فلم یؤمن علی دعائھم کتب عند اللہ من الغافلین

اِس کے آگے مُصنّف کتابُ اللُّمَع کی طرح انھوں نے بھی تفصیلی بحث لفظ "صُوفی" اور اوس کے اشتقاق پر کی ہی، لفظ صوفی کی تحقیق میں مختلف مذاہب ہیں، ایک گروہ کے نزدیک چونکہ یہ لوگ جامۂ صوف میں ملبوس رہتے تھے اِس لئے صُوفی کہلائے بعض کا خیال ہے کہ لفظ

مردمان اندر تحقیق این اسم بسیار سخن گفته اند و کتب ساخته و گروہے ازان گفته اند که

صوفی را برائے آن صوفی خوانده اند که جامهٔ صوف دارد۔ وگروہے گفته اند که صوفی راز برائے آن صوفی خوانند که از صفِ اول باشد وگروہے گفته اند که بدان صوفی گویند که تولیٔ به اصحابِ صُفّه رضی الله عنهم کرده اند وگروہے گفته اند که این اسم از صفا مشتق ہے وہر کسے را اندرین معنی اندر تحقیق این طریقت لطائف بسیار است اما به مقتضائے لُغت ازین معنی بعید می باشد۔

صوفی کا ماخذ صف اول ہے یعنی یہ حضرات چونکہ صفِ اوّل مین رہتے تھے اسلئے لقب صوفی سے موسوم ہوئے ایک گروہ کا مسلک ہے کہ صوفی اصحابِ صفہ سے مشتق ہے، ایک اور جماعت اِس لفظ کا اشتقاق لفظ صفا سے بتاتی ہے، اور ہر گروہ اپنی تائید مین دلائل وشواہد لاتا ہے، لیکن لغت سے کسی قول کی بھی تائید نہین ہوتی،

(ص ۲۲)

شیخ کے نزدیک صوفی وہ ہے جس کا قلب "صفا" سے لبریز ہو اور "کدر" (گندگی) سے خالی ہو اور اِس مرتبہ تک کاملانِ ولایت ہی پہنچ سکتے ہین،

"صفا صفت کدر بود، کدر صفت بشر بود وبہ حقیقت صوفی بود آنکہ اورا از کدر گزر بود" (ص ۲۳)

"صوفی نامے ست کہ مر کاملانِ ولایت را محققان رابدین نام خوانند وخوانده اند" (ص ۲۵)

چنانچہ متقدمین مشائخ طریقت مین سے ایک بزرگ کا قول ہے، کہ

من صفاہ الحب فھو صاف ومن صفاہ الحبیب فھو صوفی (ص ۲۵)

جس کو محبت صاف کردے اُسی پر صاف کا اطلاق ہوگا، اور جسے محبوب اپنے لئے صاف کرے اُسے صوفی سے موسوم کرینگے،

اہل تصوف کے تین درجے ہین، صوفی[1]، متصوف[2]، اور مستصوف[3]، تینون کی تعریف

شیخ ہی کے الفاظ مین سننے کے قابل ہے:۔

"صوفی آن بود کہ از خود فانی بود وبحق باقی واز قبضۂ طبائع رستہ وبہ حقیقت پیوستہ ومتصوف آنکہ بہ مجاہدہ این درجہ راہمی طلبد واندر طلب خود را بر معاملت ایشان درست ہمی کند ومستصوف آنکہ ازبراے مال ومنال وجاہ وحظ دنیا خود را مانند ایشان کردہ" و از این ہر دو چیز ہیچ خبر ندارد تا حدے کہ گفتہ اند۔ المستصوف عند الصوفیۃ کالذباب وعند غیرھم کالذباب ۔ مُستصوف بہ نزدیک صوفی از حقیرے چون مگس بود آنچہ کند نزدیک وے ہوس بود ونزدیک دیگران چون گرگ بے اختیار بود کہ ہمتش لختے مردار بود" (ص۲۵)

صوفی، صاحب وصول ہوتا ہے، کہ اُسے وصل مقصود حاصل ہوچکتا ہے، متصوف صاحب اُصول ہوتا ہے، کہ اصل پر قائم رہ کر احوالِ طریقت مین مشغول رہتا ہے، مستصوف صاحبِ فضول ہوتا ہے، جس کی قسمت مین حقیقت سے محجوبی اور معانی سے محرومی ہے، (ص۲۵۔ ص۲۶)

بعض صوفیہ متقدمین نے صوفی، وتصوف کی جو تعریفات بیان کی ہین، شیخ نے اُنھین بھی سنداً پیش کیا ہی، (ص۲۶-۲۹) مثلاً

(۱) الصوفی اذا نطق بان نطقہ عن الحقائق وان سکت نطقت عنہ الجوارح بقطع العلائق

(ذو النون مصریؒ)

حضرت ذو النون مصریؒ کہتے ہین کہ صوفی وہ ہے کہ جب گفتار مین آتا ہے، تو اوس کی زبان اوس کے حقیقت حال کی ترجمان ہوتی ہی، اور جب خاموش ہوتا ہی تو اُسکے اعضا شہادت دیتے ہین کہ وہ علائق کو قطع کر چکا ہی،

(۲) التصوف نعت اقیم العبد فیہ قیل نعت للعبد ام للحق فقال نعت الحق حقیقۃً و نعت العبد رسمًا،

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہی کہ تصوف نام اوس صفت کا ہی جس مین بندہ کی اقامت ہو، لوگون نے پوچھا یہ صفت بندے کی ہی یا حق کی، جواب دیا کہ حقیقۃً

(جنید بغدادیؒ)	وہ صفت حق کی ہو بہ ظاہر بندہ کی ہے،
(۳) التصوف ترک الحظ للنفس	حضرت ابو الحسن نوری کا قول ہے کہ تصوف تمام حظوظ
(ابو الحسن نوریؒ)	نفسانی کے ترک کا نام ہے،
(۴) الصوفیۃ ھم الذین صفت ارواحھم	انھین بزرگ کا یہ بھی قول ہے کہ صوفی وہ لوگ ہین جنکی
فصاروا فی الصف الاول بین یدی الحق	ارواح آلایشون سے پاک ہو چکی ہے اور وہ رب العزت
(ایضاً)	کے حضور مین صف اول مین حاضر ہین،
(۵) الصوفی الذی لا یملک ولا یملک	انھین بزرگ سے یہ بھی منقول ہے کہ صوفی وہ ہے
(ایضاً)	جو نہ خود کسی کا مالک ہو نہ کوئی اوس کا مالک ہو،
(۶) التصوف رویۃ الکون بعین النقص	ابو عمرو دمشقیؒ ارشاد کرتے ہین کہ تصوف نام ہے کائنات
بل غض الطرف عن الکون	کی جانب نگاہ عیب جوئی سے دیکھنے کا، بلکہ سرے سے
(ابو عمرو دمشقیؒ)	نہ دیکھنے کا،
(۷) التصوف شرک لانہ صیانۃ القلب	حضرت شبلیؒ فرماتے ہین کہ تصوف ایک طرح کا شرک ہے
عن رویۃ الغیر ولا غیر۔	اس لیئے کہ یہ نام ہے قلب کو "غیر" سے محفوظ رکھنے کا،
(شبلیؒ)	درآنحالیکہ غیر کا سرے سے وجود ہی نہین،
(۸) التصوف صفاء السر من کدورۃ	شیخ حصریؒ کا مقولہ ہے کہ تصوف نام ہے قلب کو مخالفت
المخالفۃ (حصریؒ)	حق کی کدورت سے پاک رکھنے کا،
(۹) الصوفی لا یری فی الدارین مع اللہ	شبلیؒ سے یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ صوفی دونون
غیر اللہ (شبلیؒ)	جہان مین بجز خدا کے کسی کو نہین دیکھتا،
(۱۰) التصوف اسقاط الرؤیۃ للحق ظاہراً	شیخ علی بن بندار نیشاپوری کا ارشاد ہے کہ تصوف یہ ہے

وباطناً، کہ صوفی کو اپنا ظاہر و باطن نظر نہ آئے سب حق ہی

(علی بن بندار نیشاپوری) حق نظر آئے،

اسی باب مین اہل تصوف کے مزید خصوصیات، اون کے معاملات، اور انبیاء علیہم السلام کی پیروی مین اون کی کوششون کو بیان کیا ہی،

(۴) باب الاربعہ فی لبس المرقعات۔ (ص۳۱۔ ص۳۹) چوتھے باب مین مرقع پوشی (یعنی پیوندکار لبادون) کے فضائل کا ذکر ہے، اور اس دستور کو سنت رسولؐ و آثار صحابہ سے ثابت کیا ہے،

(۵) باب فی ذکر اختلافہم فی الفقر والصفوۃ (ص۳۹۔ ص۴۲) اس باب مین اس مسئلہ پر بحث ہی، کہ فقر و صفا دونون مین افضل کون ہی؟ بعض صوفیہ نے فقر کو ترجیح دی ہی، اور بعض نے صفا کو شیخ نے محاکمہ کرنا چاہا ہی، پھر بھی بحث تشنہ رہگئی،

(۶) باب الملامت۔ (ص۴۲۔ ص۴۶) اس باب مین اس آیت قرآن کی تفسیر مین دلا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء، طریقۂ ملامت کی ستایش کی ہی، اور یہ دکھایا ہی کہ اہل حق راہ حق مین کسی ملامت کی پروا نہین کرتے، بلکہ خلق کی نظر مین رسوا و مطعون ہو کر اپنی للّٰہیت و حق پرستی کا عملی ثبوت بہم پہونچاتے ہین، اس طریقہ کی نشر و اشاعت کا سہرا شیخ ابو حمدون قصارؒ کے سر ہے،

حصول ملامت کی تین صورتین ہین، ایک صورت "راست رفتن" یعنی معمولی طور پر راست روی کی ہی، لوگ اس مین خواہ مخواہ طعن کرنے لگتے ہین، دوسری صورت "قصد کردن" کی ہے، یعنی بالقصد ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جس سے نفس کی حُب جاہ کو صدمہ پہونچے، اور لوگ زبان طعن دراز کرین، یہ دونون صورتین محمود ہین، تیسری صورت "ترک کردن"

کی ہی، یعنی کوئی فعل خلاف شریعت اختیار کرنا یہ طریقہ سرتا سر نا محمود اور نتیجہ کفر و ضلالت طبعی ہے، (ص۴۳) زمانۂ حال کے جو خرقہ پوش اپنے تئین سلسلۂ ملامتیہ مین توسل بتاتے ہین، عموماً اِسی آخری طریقہ پر عمل کرتے رہتے ہین، یعنی فرائض شرعی کا ترک اور منہیات شرعی کا ارتکاب، اور اپنی اِس گمراہی کا نام فقر و تصوف رکھتے ہین، اِس طبقہ کو پیشِ نظر رکھکر شیخ کے الفاظ ذیل کا مطالعہ عبرت و دلچسپی سے خالی نہ ہوگا،

امّا آنکہ طریقش ترک باشد و خلاف شریعت	جو شخص طریق ترک کو اختیار کرتا ہے اور خلاف
چیزے بر دست گیرد و گوید کہ این طریقِ	شریعت کسی فعل کا ارتکاب کر کے کہتا ہے کہ مین
ملامت می ورزم، آن ضلالت واضح باشد	اُصول ملامتیہ کی پیروی کر رہا ہون اِس کا یہ فعل
و آفت ظاہر، و ہوس صادق، چنانچہ اندرین	ضلالت واضح، معصیت روشن اور نفسانیت صریح ہی
زمانہ بسیارے ہستند کہ مقصود شان از ردّ	چنانچہ آج کل بہت سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہین،
خلق قبول ایشان بود، (ص۴۴)	جن کا مقصود طریق ملامتیہ کے پردہ مین نمود و نمائش
	ہوتا ہے، نہ کہ اس کا ترک،

اِس کے آگے اپنا ایک ذاتی تجربہ بیان کیا ہے، کہ اون کا ایک مرتبہ اسی طرح کے ایک مصنوعی ملامتی کا ساتھ ہو گیا، اِس نے ایک بدکرداری کی اور اِس کی غرض تحصیلِ ملامت بیان کی ان کے ایک رفیق نے اِس کے اِس فعل پر اعتراض کیا، اِس پر اوس نے آہ سرد کھینچی، شیخ نے کہا اگر ملامتی ہونے کے مدعی ہو، اور اپنے اعتقاد مین سچے ہو، تو اِس رفیق کا ٹوکنا تمھین گران کیون گزرا، تمھین تو اور خوش ہونا چاہیئے تھا، کہ مقصد ملامت حاصل ہو رہا ہے،، شیخ کا یہ فقرہ آج کل کے شریعت شکن مدعیانِ فقر و کرامت کے لیئے خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہے،

ہر کہ خلق را دعوت کنند بامرے از حق مران	جو شخص خلق کے سامنے دعوتِ حق لے کر آنے کا
را برہانے باید برہان آن حفظ سنت باشد،	مدعی ہوتا ہے اسے اپنے دعویٰ کے ثبوت مین کوئی دلیل
چون از تو ترک فریضہ بینیم و تو خلق را بدان	بھی لانا چاہیئے اور یہ دلیل پابندیِ سنت رسولؐ ہے،
دعوت می کنی این کار از دائرۂ اسلام می باشد	تم دعوتِ حق کے مدعی ہو اگر جب تم نے صریحاً ترکِ فریضہ
(ص۴۵)	کیا تو یہ فعل دائرۂ اسلام سے خارج ہی،

(۷) باب فی ذکر ائمتہم من الصحابہؓ (ص۴۷تا۵۱) اِس باب مین خلفاءِ اربعہ کا ذکر ہی، جو تمام صوفیون کے سرگروہ و پیشوا ہوئے ہین، اور اِس مین قدرۃً سب سے زیادہ اہمیت حضرت صدیقؓ و حضرت امیرؓ کو دی گئی ہی، حضرت صدیقؓ کا تذکرہ اِن الفاظ مین شروع ہوتا ہے،

"شیخ الاسلام و بعد از انبیاء خیر الانام، خلیفہ و امام، و سید اہل تجرید و شاہنشاہِ اربابِ تفرید، و از آفاتِ انسانی بعید، امیر المومنین ابوبکر عبد اللہ الصدیق کہ وی را کرامات مشہور است و آیات و دلائل ظاہر........ و مشائخ وی را مقدم ارباب مشاہدت نہند،"

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ذکر ان الفاظ مین ہے،

برادر مصطفٰے و غریق بحر بلا و حریق نار ولا و مقتدائی جملہ اولیاء و اصفیا ابو الحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ او را اندرین طریقت شانے و درجہ رفیع بود،... تا حدے کہ جنید گوید رحمۃ اللہ علیہ شیخنا فی الاصول و البلاء علی المرتضیٰ شیخ ما اندر اصول و اندر بلا کشیدن علی مرتضیٰ است یعنی امام ما اندر علم طریقت و معاملات آن علی مرتضیٰ ست........ اہل این طریقت اقتدا کنند باو اندر حقائق عبارات و دقائق اشارات و تجرید از معلوم دنیا و آخرت و نظارۂ اندر تقدیر حق و لطائف کلام وے بیشتر از آنست کہ بہ عدد آندر آید" (ص۵۱)

(۸) باب فی ذکر ائمتہم من اہل البیت (ص۵۱تا۵۵) یہ باب مناقبِ اہلبیت خصوصاً

امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام زین العابدینؒ، امام ابوجعفر بن باقرؒ و امام جعفر صادقؒ کے کمالات عالیہ پر مشتمل ہی،

(۹) باب فی ذکر اہل الصفہ (ص۵۵ - ص۶۰) اصحاب صفہ کے حالات مین مصنف نے اپنی ایک مستقل تصنیف منہاج الدین کا حوالہ دیا ہی، اس باب مین صرف اُن کے اسماء گرامی کو شمار کر دیا ہے،

(۱۰) باب فی ذکر ائمتہم من التابعین - (ص۶۰ - ص۶۳) یہ باب اویس قرنی، ہرم بن حیان خواجہ حسن بصری، اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہم کے تذکرون پر مشتمل ہی،

(۱۱) باب فی ذکر ائمتہم من تبع التابعین - (ص۶۳ - ص۱۱۶) اس باب کے تحتانی عنوانات ۶۴ ہین اور ہر عنوان ایک ایک بزرگ کے تذکرہ کے لئے وقف ہی، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ مالک بن دینارؒ، احمد حنبلؒ، حبیب عجمیؒ، ذوالنون مصریؒ، داؤد طائیؒ، معروف کرخیؒ، ابراہیم ادھمؒ سری سقطیؒ، فضیل بن عیاضؒ، جنید بغدادیؒ، ابوبکر شبلیؒ، منصور حلاجؒ، ان چند پر سارے عنوانات کو قیاس کرنا چاہیئے،

(۱۲) باب فی ذکر ائمتہم من المتاخرین، (ص۱۱۶ - ص۱۲۳) متاخرین صوفیہ مین دس بزرگون کے حالات درج کیئے ہین، جن مین ابوالحسن خرقانی، و امام ابوالقاسم قشیریؒ، کے نام خاص طور پر قابل لحاظ ہین،

(۱۳) باب فی ذکر الرجال الصوفیہ من المتاخرین علی الاختصار من اہل البلدان - (ص۱۲۳ - ۱۲۶) اسے باب ماقبل کا تکملہ سمجھنا چاہیئے، اس مین معاصرین صوفیہ کا تذکرہ ہی، اور ان کے طبقات کو ان کی وطنیت کی بنا پر تقسیم کیا ہی، مثلاً صوفیہ شام و عراق، صوفیہ پارس، صوفیہ قہستان، آذربائجان، و طبرستان، صوفیہ کرمان، صوفیہ خراسان، صوفیہ ماوراء النہر، صوفیہ

غزنین،

(۱۴) باب فی فُرَق فِرَقِہم فی نداہبہم۔ (ف۱۲۶..۲۰۰) کتاب کا سب سے طویل وضخیم باب یہی ہی، اِس مین صوفیہ کے مختلف سلاسل، ان کے اُصول اور باہمی فروق کا ذکر ہی، شیخ کے استقصا مین اوس وقت تک صوفیہ کے کل بارہ سِلسِلہ تھے، جن مین سے دس مقبول اور اہل حق تھے، اور باقی دو مردود اور اہل ضلالت تھے، دس مقبول سِلسلون کے نام مع اون کے بانیون کے حسب ذیل ہین:۔

	نام سِلسِلہ	نام بانی سِلسِلہ
(۱)	محاسبیہ	عبد اللہ بن حارث مُحاسبیؒ
(۲)	قصاریہ	ابو حمدون قصارؒ
(۳)	طیفوریہ	بایزید بسطامیؒ
(۴)	جنیدیہ	جنید بغدادیؒ
(۵)	نوریہ	ابو الحسن نوریؒ
(۶)	سہلیہ	سہل تستریؒ
(۷)	حکیمیہ	حکیم ترمذیؒ
(۸)	خرازیہ	ابو سعید خرازؒ
(۹)	خفیفیہ	ابو عبد اللہ خفیفؒ
(۱۰)	سیاریہ	ابو العباس سیاریؒ

گیارہوین سِلسِلہ کا نام جو مردودین و اہل ضلالت کا ہے، سِلسِلہ حلولیہ ہی، جس کا بانی ابو حلمان دمشقی ہوا ہے، بارہوین سِلسِلہ کا نام کہ وہ بھی مردود ہی، درج کتاب نہین،

اِس کا انتساب فارسؔ[1] کی جانب کیا جاتا ہی۔ (ص۱۹۵) اِس باب مین ضمناً اکثر مہمات مسائلِ تصوف پر بحث آگئی ہی، چند تحتانی ابواب کے عنوانات سے نوعیتِ مضامین کا اندازہ ہوسکے گا، حقیقت رضا، فرق بین الحال والمقال، الکلام فی السکر والصحو، الکلام فی حقیقۃ النفس و معنی الھوی، الکلام فی مجاہدۃ النفس، الکلام فی حقیقۃ الھویٰ، الکلام فی اثبات الولایت، الکلام فی اثبات الکرامت، الکلام فی البقاء والفناء، الکلام فی الغیبۃ والحضور، الکلام فی الجمع والتفرقہ تفضیل الانبیاء والاولیاء علی الملائکہ وقس علیٰ ہذا،

باب چہاردہم تک گویا تاریخی وتنقیدی حصہ تھا، اِس کے بعد سے مستقلاً مسائل سلوک کی تشریح شروع ہوتی ہی، اور حجابات کا کشف ہونے لگتا ہی، مصنف نے گیارہ حجابات قرار دیئے ہین، اور آیندہ ہر باب مین ایک ایک حجاب کو اُٹھایا ہی، ہر باب متعدد فصول پر منقسم ہی، عنواناتِ ابواب پر نظر کرنا کافی ہوگا،

(۱۵) کشف الحجاب الاول فی معرفۃ اللہ۔ ص۲۰۰ تا ص۲۰۸

(۱۶) کشف الحجاب الثانی فی التوحید۔ ص۲۰۸ تا ص۲۱۵

(۱۷) کشف الحجاب الثالث فی الایمان، ص۲۱۵ تا ۲۱۹

(۱۸) کشف الحجاب الرابع فی الطھارۃ، ص۲۱۹ تا ۲۲۶ - اِس مین ایک تحتانی باب فی التوبۃ وما یتعلق بہاہے،

(۱۹) کشف الحجاب الخامس فی الصلوٰۃ۔ ص۲۲۶ تا ۲۳۹ - اِس مین ایک تحتانی باب فی المحبت وما یتعلق بہاہے،

(۲۰) کشف الحجاب السادس فی الزکوٰۃ۔ ص۲۳۹ تا ۲۴۴ اِس مین ایک تحتانی باب

[1] ملا جامی نے اِن کا پورا نام فارس بن عیسٰی بغدادی درج کیا ہی، (نفحات الانس ص۱۲۳۔ مطبوعہ کلکتہ)

جو دو سخا پر ہے،

(۲۱) کشف الحجاب السابع فی الصوم۔ ص ۲۲۴-۲۵۰ اس مین ایک تحتانی باب جوع پر ہے،

(۲۲) کشف الحجاب الثامن فی الحج۔ ص ۲۵۰تا ۲۵۷ اس مین ایک تحتانی باب مشاہدہ پر ہے،

(۲۳) کشف الحجاب التاسع فی الصحبۃ۔ ص ۲۵۷تا ۲۸۶۔ صحبت کو سلوک و طریقت مین جو مرتبۂ اہمیت حاصل ہی، اِس کے لحاظ سے یہ بالکل قدرتی ہے کہ یہ باب اِس قدر مبسوط و مفصل ہے، آداب و احکامِ صحبت کی تفصیل مین یہ باب بجائے خود تحتانی ابواب پر منقسم ہے، جن کے عنوانات حسب ذیل ہین:- باب الصحبۃ و ما یتعلق بہا، باب آدابہم فی الصحبۃ، باب آداب الصحبۃ فی الاِقامۃ، باب آدابہم فی السفر، باب آدابہم فی الاکل، باب آدابہم فی المشی، باب آداب نومہم فی السفر والحضر، باب آدابہم فی الکلام والسکوت، باب آدابہم فی السوال، باب آدابہم فی التزویج والتجرید،

(۲۴) کشف الحجاب العاشر فی بیان منطقہم و حدود الفاظہم و حقائق معانیہم (ص ۲۸۶-۳۰۶) اِس مین پہلے کِسی قدر تفصیل کے ساتھ اُن اہم مصطلحات کے معانی اور اون کے باہمی فروق کی توضیح کی ہی، جنھین اربابِ سلوک و طریقت اِستعمال کرتے رہتے ہین مثلاً، حال و وقت، مقام و تمکین، محاضرات و مکاشفات، قبض و بسط، اُنس و ہیبت، قہر و لطف، نفی و اثبات، مسامرہ و محادثہ، عِلم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، عِلم معرفت، شریعت و حقیقت وغیرہ، نوعیتِ مباحث کا اندازہ اقتباسِ ذیل سے ہوگا، جس مین شریعت و حقیقت کے تعلق باہمی کو بیان کیا ہی:-

"شریعت فعل بندہ بود، وحقیقت داشت خداوند وحفظ وعصمت وے پس اقامتِ شریعت بے وجود حقیقت محال باشد واقامتِ حقیقت بے حفظ شریعت ہم محال، ومثال این چون شخصے باشد زندہ بجان وچون جان ازوے جدا شود، آن شخص مردارے باشد وجان چون بادے کہ قیمت شان از مقارنت یکدیگر است۔ ہمچنین شریعت بے حقیقت ریاے بود، وحقیقت بے شریعت نفاق، وخداوند گفت و الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ مجاہدات شریعت آمد وہدایت حقیقت۔ آن یکے حفظ بندہ باشد مر احکام ظاہر را برخود، وآن دیگر حفظ حق بود مر احوالِ باطن را بر بندہ، پس شریعت از مکاسب بود وحقیقت از مواہب"، صفحہ ۳

اِس کے بعد مختصراً اور بہت سے مصطلحات صوفیہ کے معانی درج کئے ہین، مثلاً حق، حقیقت، ذات، صفت، جوہر۔

(۲۵) کشف الحجاب۔ الحادی عشر فی السماع، صفحہ ۴۲۰-۳۰۶۔ یہ آخری باب جو سماع سے متعلق ہے، بجائے خود دس حصون مین منقسم ہے، جن کے عنوانات یہ ہین، باب سماع القرآن، باب سماع الشعر، باب سماع الاصوات والالحان، باب فی احکام السماع، باب اختلافہم فی السماع، باب مراتبہم فی السماع، باب فی الوجد والتواجد، باب فی الرقص، باب فی الخرق، باب فی آداب السماع،

شیخ کے نزدیک سماع کی بہترین صورت سماع آیات قرآنی ہے، فرماتے ہین۔

"ادنی ترین سماع مسموعات، مر دل را بہ فوائد، سر را بہ زوائد، وگوش را بہ لذت کلام خداوند عز اسمہ است، وماموراند ہمہ مومنان ومکلف اند ہمہ کافران از آدمی وپیری شنیدن کلام ایزد تعالیٰ"، (صفحہ ۳۰۷)

سماعِ قرآن کی افضلیت و استحسان سے تو کسی مسلمان کو اختلاف نہین ہو سکتا، قابل بحث شے سماع مروجہ، یعنی سماع غناہی، شیخ خود سماع سنتے تھے، اور اسوۂ رسولؐ اور آثارِ صحابہ کی سند اپنے عمل کی تائید مین رکھتے تھے، (ص ۳۱۲-۳۱۶) چنانچہ ابو عبدالرحمن سلمی کی کتاب السماع کا حوالہ بھی دیتے ہین، جس مین اونھون نے جوازِ سماع کی تائید مین احادیثِ رسولؐ و آثارِ صحابہ کو نقل کیا ہی، (ص ۳۱۶) تاہم فرماتے ہین کہ:-

مراد مشایخ متصوفہ ازین طلبیدن بجز اباحت ست آنچہ اعمال فواید باید، اباحت طلبیدن کار عوام باشد و بر محل مباح ستور انند بندگان مکلّف را باید تا از کردار فائدہ طلبند، (ص ۳۱۶)

مشایخ صوفیہ اباحت سماع کے متلاشی نہین رہتے اسلیئے کہ کسی عمل کو اس کی اباحت کی بنا پر نہین فواید کی بنا پر اختیار کرنا چاہیئے، تلاش اباحت مین صرف عوام رہتے ہین، سند جواز چار پایون کے لیئے کافی ہو سکتی ہی، انسان جس کے لیئے تکالیف شرعیہ رکھی گئی ہین اسے چاہیئے کہ اعمال کو فوائد روحانی کی بنا پر اختیار کرے"

اس کے آگے ایک اپنا ذاتی واقعہ تحریر فرماتے ہین، جو اس مسئلہ پر قول فیصل کا حکم رکھتا ہے، کہتے ہین کہ،

وقتے من بہ مرو بودم یکے از ائمہ اہل حدیث کہ معروف ترین ایشان بود مرا گفت کہ من اندر اباحت سماع کتابے کردہ ام، گفتم بزرگ مصیبتی کہ اندر دین پدیدار آمد کہ خواجہ امام لہوے را کہ اصل ہمہ فسقہا است حلال کرد مرا گفت پس اگر حلال نمی دانی تو چرا میکنی

ایک زمانہ مین مین مرو مین تھا، ایک روز وہان کے مشہور ترین امام اہلحدیث نے مجھ سے کہا کہ مین نے جوازِ سماع پر ایک کتاب تصنیف کی ہی، مین نے کہا کہ یہ تو بڑا غضب ہوا کہ حضرت امام نے ایک ایسے لہو کو حلال کر دیا جو ہر فسق کی جڑ ہی، اونھون نے کہا کہ اگر تم حلال نہین سمجھتے ہو تو خود کیون سنتے ہو؟ مین نے جواب دیا کہ اس کا

گفتم حکم این بر وجوه است بر یک چیز قطع نہ توان کرد اگر تاثیر اندر دل حلال بود سماع حلال بود، واگر حرام بود، حرام و اگر مباح بود مباح چیزے راکہ حکم ظاہرش فسق است و اندر باطن حالش روشن بر وجوه است۔ اطلاق آن بہ یک چیز محال باشد، (ص ۳۱۶)	حکم مختلف حالات پر منحصر ہے، کوئی ایک حکم قطعی طور پر نہیں لگایا جا سکتا، اگر سماع سے دل میں تاثیر حلال پیدا ہوتی ہے تو سماع حلال ہے، اگر حرام پیدا ہوتی ہے تو حرام ہے، اگر مباح پیدا ہوتی ہے تو مباح ہے، ایسی شے جس کے ظاہر پہ حکم فسق کا ہے اور جس کا باطن مختلف احوال کا تابع ہے اوس پہ کوئی ایک قطعی حکم لگا دینا محال ہے،

کتاب کے سب سے آخری باب میں جو آداب السماع کے عنوان سے ہے، شیخ نے حسب ذیل شرائط سماع تحریر کئے ہیں:۔

(۱) خواہ مخواہ ارادہ کرکے سماع نہ سُنے، طبیعت کو جب از خود رغبت ہو اُس وقت سُنے،

(۲) بہت کثرت سے سماع کبھی نہ سُنے، کہ طبیعت اس کی خوگر ہو جائے بلکہ کبھی کبھی سُنے تاکہ ہیبت سماع دل پہ قایم رہے،

(۳) محفل سماع میں ایک مرشد یا پیر طریقت موجود رہے،

(۴) محفل میں عوام نہ شریک ہوں

(۵) قوال پاکباز ہو، فاسق نہ ہو،

(۶) قلب مکروہات دنیوی سے خالی ہو،

(۷) طبیعت لہو ولعب کی جانب آمادہ نہ ہو،

(۸) کسی قسم کا تکلف نہ کیا جائے،

تاثیر سماع کے چند مؤثر واقعات لکھنے کے بعد، اور یہ تسلیم کرکے کہ سماع بعض صورتوں میں نفس انسانی کا بہترین مصلح ہوتا ہے، شیخ اپنے تئیں اپنا یہ تلخ تجربہ بھی قلمبند کرنے پہ مجبور پاتے ہیں کہ

اندرین زمانہ گروہے گم شدگان بہ سماع فاسقان حاضر شوند، وگویند کہ سماع از حق می کنیم وفاسقان از آنکہ ایشان مرا ایشان را اندران موافقت کنند بر سماع کردن وبہ فسق وفجور حریص تر شوند تا خو د ایشان ہلاک شوند، (ص ۳۲۱)

اِس زمانہ مین گمراہون کا گروہ ایسا پیدا ہوگیا ہے جو فاسقون کی محفل سماع مین شریک ہوتا ہے اور کہتا ہو کہ ہم سماع حق کے لیئے سنتے ہین، فاسقون کا فسق وفجور اِس سے اور بڑھتا ہے، یہانتک کہ یہ اور وہ دونون برباد ہوجاتے ہین،

یہ حال آج سے نوسو سال قبل کا تھا، خدا ہی بہتر جانتا ہو کہ موجودہ مشائخ، پیرزادگان، سجادہ نشینان مزارات کی محافل سماع کس حکم مین داخل ہونگی،

باب (۳)

رسالۂ قشیریہ

(امام ابو القاسم قشیریؒ)

اُستاد ابو القاسم قشیری، شیخ ہجویری صاحب کشف المحجوب کے بزرگ ہم عصر تھے، شیخ ہجویریؒ نے پانچوین صدی کے وسط مین اپنی تالیف فارسی مین کی، اُستاد قشیری، چند سال قبل اپنا رسالہ عربی مین مرتب کر چکے تھے، تصوف کے موجودہ قدیم ذخیرہ مین شہرت و استناد کا جو مرتبہ اتیاز رسالہ کو حاصل ہی، کمتر کسی اور کے نصیب مین آیا، کتاب اللمع کا پتہ لگنے سے بیشتر دنیا مین تصوف کی قدیم ترین کتاب یہی رسالہ خیال کیا جاتا تھا،

(۱) مصنف

تذکرون مین حالات بہت مختصر ملتے ہین، اسم گرامی ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری تھا، مولد خراسان تھا[۱]، مدفن نیشاپور ہی[۲]، تاریخ ولادت بقول شیخ الاسلام ذکریا انصاری شارح رسالہ، ربیع الاول ۳۷۶ھ ہی[۳]، تاریخ وفات سب کے نزدیک مسلم ہے، ماہ ربیع الثانی ۴۶۵ھ، اس حساب سے ۹۰ سال کی عمر ہوتی ہی، ہنوز بچہ تھے، کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، ابتدائی تعلیم ابو القاسم یمانی سے حاصل کی، جو عربی زبان و ادب کے نامور اُستاد تھے

---

[۱] سفینۃ الاولیاء (ص۱۶۵) (لکھنؤ) [۲] رسالہ قشیریہ، مطبوعہ مصر، سرورق، [۳] ایضاً،

خدارسی کے شوق مین شیخ وقت ابو علی دقاق کی خدمت مین حاضر ہوئے، ارشاد ہوا کہ پہلے علوم دینی مین [illegible] حاصل کرو، اس حکم کی تعمیل مین تفسیر، حدیث، کلام، اصول فقہ، نحو، شعر، وغیرہ جملہ علوم متداولہ مین تبحر حاصل کیا، چنانچہ جن حضرات سے استفادہ کیا، وہ اس زمانہ کے بہترین ماہرین فنون تھے، مثلاً ابوالحسن بن بشران، ابونعیم اسفرائنی۔ ابوبکر طوسی، ابوبکر بورک، ابواسحق اسفرائنی وغیرہم[1]

علوم ظاہری مین فراغت کے بعد ابو علی دقاق کی خانقاہ تصوف و فقر مین قدم رکھا، اور انھین کی صاحبزادی سے عقد بھی کیا، ان کے وصال کے بعد شیخ عبدالرحمن سلمی (صاحب طبقات الصوفیہ) سے مستفید ہوتے رہے[2]، بیعت شیخ دقاق ہی سے تھی[3]، رسالہ مین ان کا ذکر خاص عقیدت کے ساتھ کیا ہی، اور اون کے نام کے ساتھ لقب "استاد" کا اضافہ کرتے گئے ہین،

تصانیف ہر فن پر کثرت سے چھوڑی ہین، اور محققانہ، شیخ ہجویری فرماتے ہین:۔

"اندر ہر فن اورا لطائف بسیار است، و تصانیف نفیس جملہ بتحقیق" (کشف المحجوب ص۲۱۱)

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تصانیف ذیل کا ذکر کیا ہی[4]:۔

(۱) رسالہ قشیری،

(۲) ایک عظیم الشان و بے مثل تفسیر قرآن[5]۔ "تفسیرے است نہایت کلان و آن بہترین تفاسیر است"

(۳) نحو القلوب،

(۴) لطائف الاشارات،

(۵) کتاب الجواہر،

(۶) کتاب احکام السماع،

---

[1] یہ سارے معلومات بستان المحدثین، شاہ عبدالعزیز دہلوی سے ماخوذ ہین ص۶۰ (مطبوعہ لاہور) [2] ایضاً [3] نفحات الانس ص۳۵۵ (کلکتہ) [4] بستان المحدثین

(۷) کتاب آداب الصوفیہ،

(۸) کتاب عیون الاجوبہ

(۹) کتاب المناجات

(۱۰) کتاب المنتہیٰ،

عبادت مین جو شغف واہتمام تھا، اِس کا اندازہ اِس سے ہوگا، کہ مرض الموت مین نوافل تک ترک نہ ہونے پائین، اور نمازین برابر کھڑے ہوکر ادا کرتے رہے[1]،

فقر وتصوف مین جو پایہ رکھتے تھے، اوس کی کیفیت شیخ ہجویری کے الفاظ ذیل سے معلوم ہوگی:-

"اُستاد امام وزین الاسلام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری، اندر زمانۂ خود بدیع بود، وقدرش رفیع ومنزلتش بزرگ ومعلوم است اہل زمانہ را روزگار وے، وانواع فضلش۔ واندر ہر فن اورا لطائف بسیار است، وتصانیف نفیس، جملہ با تحقیق، وخداوند تعالیٰ حال وزبان وے را از حشو محفوظ گردانیدہ بود"، (کشف المحجوب ص۱۲۱)

مدینۃ العلوم کی عبارت ذیل سے معلوم ہوگا کہ فاضل ہمہ دان اور جملہ علوم وفنون کے جامع نے کان جامعًا بین اشتات العلوم، کان فقیہًا اصولیًا محققًا محدثًا حافظًا متعینًا نحویًا لغویًا ادیبًا

منصور حلاج سے متعلق صوفیہ کے ایک بڑے گروہ کو تردد وتذبذب رہا ہے، اُستاد قشیری کا یہ مقولہ، جو متعدد تذکرون مین منقول ہے، اِس باب مین قول فیصل سمجھا جاتا ہے:—

"چنانکہ اُستاد ابو القاسم قشیری گفت در حق اُو کہ اگر مقبول بود بہ رد خلق مردود نہ گردد واگر مردود بود بہ قبول خلق مقبول نہ گردد[2]"،

شیخ ابو الحسن خرقانی کی عظمت سے طبیعت زیادہ متاثر تھا، صاحب کشف المحجوب لکھتے ہین:-

---

[1] بستان المحدثین ص۔، [2] تذکرۃ الاولیار، شیخ فرید الدین عطارؒ، جلد ۲، ص۱۳۵،

"از استاد ابوالقاسم قشیریؒ شنیدم کہ چون من بہ ولایت خرقان اندر آمدم، فصاحتم برسید و عبارتم نماز از حشمت آن پیر، و پنداشتم کہ از ولایت خود معزول شدم"، (ص۱۱۱)

یعنی استاد قشیری مجھ سے فرماتے تھے کہ جب مین خرقان پہنچا تو اس بزرگ کی ہیبت اس درجہ طاری ہوئی کہ گویائی جاتی رہی اور تاب گفتگو نہ رہی اور یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں ولایت سے معزول تو نہین کر دیا ہون،

یہ قول شیخ فرید الدین عطارؒ نے بھی نقل کیا ہی، (تذکرۃ الاولیا، جلد ۲ ص۲۰۱)

صاحب کشف المحجوب نے متعدد صوفیانہ اقوال، امام قشیری، کے اپنے یہان نقل کیئے کئے ہین، ان مین سے ایک آدھ درج کئے جاتے ہین،

مردمان اندر فقر و غنا سخن گفتہ اند و خود را اختیارے کردہ، و من آن اختیار کنم کہ حق مرا اختیار کند و مرا اندر آن نگاہ دارد اگر توانگر دارد م غافل نباشم و اگر درویش خواہدم حریص و معرض نباشم (ص۱۰۱)	لوگون کے اقوال فقر و توانگری سے متعلق مختلف ہین اور کسی نے ایک کو اپنے لیئے اختیار کیا ہے، کسی نے دوسرے کو، لیکن مین اُسی شئے کو اختیار کرتا ہون جو خدا میرے لیئے اختیار کر دے اور جس مین مجھے رکھے، اگر توانگر بنا کر رکھے تو غافل نہ ہونگا، اگر فقیر بنا کر رکھے تو حریص و نافرمان ہو کر نہ رہونگا،
مثل الصوفی کعلۃ البرسام اوّلہ ہذیان واخرہ سکوت فاذا تمکنت خرست	صوفی کی مثال مرض برسام کی سی ہی، جس کے ابتدا مین ہذیان ہوتا ہی اور انتہا مین سکوت یعنی جب تم کمال کو پہنچ جاتے ہو تو زبان گنگ ہو جاتی ہی،

شیخ فرید الدین عطارؒ کی روایت ہی کہ امام قشیریؒ سماع کے قائل نہ تھے:۔

"نقل است کہ استاد ابوالقاسم سماع را معتقد نبود" (جلد ۲ ص۲۳۲)

لیکن خود رسالۂ قشیریہ مین سماع سے انکار صریح نہین پایا جاتا، بین بین کی سی حالت ہو،
روایت ذیل کی ذمہ داری حضرت عطارؒ پر ہے،

جس صبح کو حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر نیشاپور وارد ہونے والے ہین، اوس کی شب مین خود اُستاد ابو القاسم قشیریؒ اور اون کے تیس مریدون نے خواب دیکھا، کہ آفتاب زمین پر اُتر آیا ہی، صبح کو شہر مین شیخ کے ورود کا غلغلہ ہوا، اُستاد موصوف نے اپنے حلقہ نشینون کو شیخ کے پاس حاضر ہونے سے منع کر دیا، لیکن جن جن شاگردون نے وہ خواب دیکھا تھا سب حاضر خدمت ہوئے، اُستاد کو اِس سے ملال ہوا، اور وہ خود شیخ سے ملنے نہ آئے، ایک روز سر منبر اُستاد نے بیان فرمایا کہ:-

مجھ مین اور ابو سعید مین یہ فرق ہی کہ ابو سعید خدا کو دوست رکھتا ہی، اور خدا مجھکو، پس اوس کے اور میرے وہ نسبت ہی جو ذرہ کو کوہ سے ہوتی ہی"

کسی نے یہ مقولہ شیخ کے سامنے نقل کیا، ارشاد ہوا کہ "مین تو کچھ بھی نہین ہون، ذرّہ اور کوہ سب کچھ وہی ہی" اُستاد نے یہ خبر سُنی، تو اور زیادہ اشتعال پیدا ہوا، اور سر منبر کہدیا کہ جو شخص ابو سعید کی مجلس مین جائیگا وہ بدنصیب یا مردود ہی، عین اُسی شب کو خواب مین حضرت سرور کونین صلعم کی زیارت ہوئی، اِس صورت کے ساتھ کہ حضورؐ کہین تشریف لیئے جا رہے ہین، عرض کیا کہ قصد مبارک کہان کا ہی؟ ارشاد ہوا کہ مجلس ابو سعید کا، کہ جو شخص وہان حاضر نہوگا، مردود، یا بدنصیب ہی، اُستاد گھبرا کر بیدار ہوئے اور وضو کر کے شیخ کی مجلس مین حاضر ہوئے، یہان پہونچکر شیخ کی ظاہری شان و شوکت دیکھکر پھر ایک بار بدگمانی پیدا ہوئی، اور دل مین خطرہ گزرا کہ شیخ علم و فضل مین مجھ سے زاید نہین مرتبۂ روحانی مین ہم وہ برابر ہین، پھر اسے یہ اعزاز و اکرام کہان سے حاصل ہی، شیخ کو از روئے کشف اُستاد کے اِس خطرہ پر

اِطلاع ہوگئی اور شب کے واقعات کا پتہ دینا شروع کیا، اُستاد کے تمام شکوک دور ہوگئے، اور طبیعت بالکل صاف ہوگئی۔ شیخ جب منبر سے اُترے، تو دونون صاحب بغلگیر ہوئے، اُستاد ابوالقاسم اپنے خیالات سے تائب ہوئے، ربط باہمی اتنا بڑھا کہ ایک روز اپنے قول کی تردید کلی مین، سرمنبر یہ فرمایا، کہ

"جو شخص ابوسعید کی مجلس مین حاضر نہ ہو، مہجور یا مطرود ہی[1] حضرت عطارؒ ہی اِس روایت کے بھی ناقل ہین کہ اُستاد ابوالقاسم سماع کے منکر تھے، ایک روز شیخ ابوسعیدؒ کی خانقاہ کے سامنے سے گزرے اوس وقت محفلِ سماع گرم تھی، اُستاد نے اپنے دل مین کہا کہ یہ لوگ جو بقدر برہنہ سر و برہنہ پا مارے مارے پھرتے ہین، شریعت مین اون کی ثقاہت مستند نہین اور اونکی گواہی کا اعتبار نہین، شیخ نے اُسی وقت ایک شخص کو دوڑایا کہ اُستاد سے پوچھو کہ ہم کو کب تم نے بہ حیثیت گواہ دیکھا تھا، کہ گواہی کے معتبر ہونے یا نہونے کا سوال پیدا ہوا،

(۲) تصنیف

کتاب کا پورا نام رسالۃ القشیریہ فی علم التصوف ہی، سال تالیف حسب تصریح حضرت مؤلف ۴۳۷ھ ہی[2]، رسالہ کے مخاطب اصلی ممالک اسلامیہ کی معاصر جماعت صوفیہ ہی[3]، جس کے ارکان کے نام یہ رسالہ گویا (بہ اصطلاح موجودہ) بہ طور "کھلے خط" کے شائع کیا گیا ہی، چنانچہ مخاطبین سے اکثر صیغۂ جمع حاضر مین خطاب ہی، غرض تصنیف یہ بیان کی ہی، کہ صوفیۂ متقدمین دنیا سے رخصت ہوچکے، اُن کے طریقہ بھی اُن کے ساتھ ناپید ہوگئے، اب بجائے اون کے جو لوگ اُن کی نیابت کے مدعی ہین، اُن پر حرص و ہوا غالب ہی، وہ مجاہدات و عبادات کے تارک ہین، اور غفلت و شہوت مین مبتلا،

[1] تذکرۃ الاولیاء جلد [illegible]، پوری حکایت اور طویل ہی، یہان مختصراً درج کی گئی، [2] رسالہ قشیریہ ص ۱ مطبوعہ مصر، [3] ص ۳ ایضاً

اعلموا رحمکم اللہ ان المحققین من ھذہ الطائفۃ انقرض اکثرھم ولم یبق فی زماننا من ھذہ الطائفۃ الا اثرھم ... حصلت الفترۃ فی ھذہ الطریقۃ لا بل اندرست الطریقۃ بالحقیقۃ مضی الشیوخ الذین کان بھم اھتداء وقل الشباب الذین کان لھم بسیرتھم وسنتھم اقتداء وزال الورع وطوی بساطہ واشتد الطمع وقوی رباطہ وارتحل عن القلوب حرمۃ الشریعۃ فعدوا قلۃ المبالاۃ بالدین اوثق ذریعۃ ورفضوا التمییز بین الحلال والحرام ودانوا بترک الاحترام وطرح الاحتشام واستخفوا باداء العبادات واستھانوا بالصوم والصلاۃ ورکضوا فی میدان الغفلات ورکنوا الی اتباع الشھوات[1]

جب ان نام نہاد صوفیہ کی اخلاقی پستی حد سے گزر گئی، عبادت وطاعات میں انہماک کے بجائے اون کے ساتھ استخفاف شروع ہوگیا، شریعت کے اتباع کے بجائے اوس کی خلاف ورزی کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھنے لگے، روحانیت سے کوئی واسطہ نہ رہا اور سرتاسر نفسانیت غالب آگئی تو مخالفین کو حقیقتِ تصوف سے انکار، اور معترضین کو مسلکِ حقیقت پر اعتراض کے مواقع کثرت سے ملنے لگے، ایسی حالت مین مصنف کو ضروری معلوم ہوا کہ اس جماعت کی خدمت مین ایک رسالہ پیش کیا جائے جس مین سلف کے صوفیہ صافیہ کے حالات کا بیان اور اُن کے اخلاق، عبادات، عقائد، و معاملات وغیرہ کا ذکر ہو:۔

فعلقت ھذہ الرسالۃ الیکم اکرمکم اللہ وذکرت فیھا بعض سیر الشیوخ ھذہ الطریقۃ فی آدابھم واخلاقھم ومعاملاتھم وعقائدھم بقلوبھم وما

[1] رسالہ قشیریہ مطبوعہ مصر،

اشاد والیه من مواجید هم وکیفیة ترقیهم من بدیتهم الیٰ نهایتهم لتکون

للمریدی بهذه الطریقة قدوة -

یہ حال پانچوی صدی ہجری کے آغاز مین حضرات صوفیہ کا تھا اِس معیار سے اگر دور

موجودہ کے اکثر مدعیانِ فقر و تصوف کے اعمال و افعال پر نظر کی جائے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے

کہ کن الفاظ مین اظہار رائے کرنا پڑے گا،

مطبوعہ رسالہ چوڑی تقطیع اور باریک ٹائپ کے ۱۸۶ صفحہ پر آیا ہے،

ابتدا کے چند صفحات (۲-۷) اصولِ توحید و مسائل توحید کے بارے مین متقدمین کے

اقوال منقولہ کی نذر ہین،

باب اوّل کا عنوان فی ذکر مشائخ هذه الطریقة و مایدل من سیرهم و

اقوالهم علی تعظیم الشریعة ہے، اِس کے ذیل مین کچھ اوپر اسّی بزرگون کا تذکرہ ہے،

جن مین سے ہر ایک اپنے ملک اور زمانہ مین تصوف کا رکن رکین ہوا ہے، مثلاً، ابراہیم ادھم، فضیل

عیاض، ذو النون مصری، معروف کرخی، سہل تستری، سری سقطی، بایزید بسطامی، یحییٰ معاذ

رازی، شقیق بلخی، جنید بغدادی وغیرہم رحمہم اللہ، کتاب کا یہ طویل ترین باب ہے جو صٹ سے

لیکر ص۱۳۱ تک آیا ہے،

آغازِ باب مین لفظ تصوف و طریقہ تصوف کی تاریخ چند لفظون مین بیان کی ہے،

ان المسلمین بعد رسول الله صلعم لم	رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے معاصر مسلمان کے لیے سب سے
یتسم افاضلهم فی عصرهم بتسمیة	زیادہ پر فخر و افضل لقب صحابی کا ہو سکتا تھا، چنانچہ اسی
علم سوی صحبة رسول الله صلعم	لقب سے اُس وقت کے افاضل موسوم ہوئے، اسکے
اذ لا فضیلة فوقها فقیل لهم الصحابة	بعد جب دوسری نسل پیدا ہوئی تو اِن صحابیین صحابہ

ولما ادركهم اهل العصر الثاني سمى من	کے لیے تابعین کی اصطلاح چلی، اور ان کی آنکھیں
صحب الصحابة التابعين ورأوا ذلك	دیکھنے والے تبع تابعین کہلائے، اس کے بعد جب
اشرف سمة ثم قيل لمن بعدهم اتباع	قوم زیادہ پھیلی، اور طرح طرح کے لوگ پیدا ہونے لگے
التابعين ثم اختلف الناس وتباينت	تو جن لوگوں کو امور دین میں زیادہ غلو و انہماک ہوا
المراتب فقيل لخواص الناس ممن لهم	انھیں زہاد و عباد کہا جانے لگا، لیکن جب بدعتوں کا
شدة عناية بامر الدين الزهاد و	ظہور ہوا، اور فرقہ فرقہ الگ ہوگئے، تو ہر فرقہ اس کا
العباد ثم ظهرت البدع وحصل التداعي	مدعی بن بیٹھا کہ زہاد و عباد اسی میں ہیں، اس وقت
بين الفرق فكل فريق ادعوا ان فيهم	اہل سنت کے طبقہ خاص نے جو ذکر الٰہی میں مشغول
زهادا فانفرد خواص اهل السنة المراعين	اور غفلتوں سے دور رہتا تھا، اپنے لیے "اہل تصوف"
انفاسهم مع الله تعالى الحافظون قلوبهم	کی اصطلاح قائم کی، اور ہجرت کو ابھی دو صدیاں
عن طوارق الغفلة باسم التصوف واشتهر	نہیں ہوئی تھیں کہ یہ لقب اس طبقہ خواص کے
هذا الاسم لهؤلاء الاكابر قبل المائتين	اکابر کے لیے مخصوص ہوگیا،

ذیل میں اکابر طریقت کی چند حکایات و اقوال نقل کیے جاتے ہیں، جن سے اندازہ ہوسکیگا کہ ان حضرات کے نزدیک تصوف کی ماہیت کیا تھی، اور اسے موجودہ گور پرستی، پیر پرستی، و سجادہ نشینی، سے کچھ بھی علاقہ تھا،

حضرت بشر حافیؒ جس پایہ کے امام طریقت گزرے ہیں، سب کو معلوم ہے، ان کے متعلق یہ واقعہ درج ہے:-

قال رأيت النبي صلعم في المنام فقال لي	حضرت بشر حافیؒ کو خواب میں حضرت رسول خدا صلعم
يا بشر تدري لم رفعك الله من بين اقرانك	کی دولت زیارت نصیب ہوئی، ارشاد ہوا اے بشر

قلت لا یارسول الله، قال باتباعك لسنتي وخدمتك للصالحين ونصيحتك لاخوانك ومحبتك لاصحابي واهل بيتي، هو الذي بلغك منازل الابرار، (ص ۱۱)

تجھے معلوم ہی کہ خدانے تیری اِس قدر عزت افزائی کس بنا پر فرمائی، عرض کیا کہ "نہین معلوم" ارشاد ہوا کہ میری سنت کی اتباع، صالحین کی خدمتگزاری، اپنے بھائیون کی خیراندیشی، اور میرے اصحاب و اہل بیت کے ساتھ محبت، کی بنا پر، یہی چیزین ہین جنھون نے تجھے ابرار کے مرتبہ پر فائز کرایا،

حضرت بایزید بسطامیؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اِس مرتبہ تک کیونکر پہنچے، ارشاد ہوا "بھوکے پیٹ اور ننگے بدن کے ذریعہ سے"، انھین بایزید کو، باوجود شورش و سرمستی، اتباعِ سنت مین اِس قدر غلو تھا، کہ خود فرماتے ہین، کہ ایک بار مین نے خدا سے دعا کرنا چاہی، کہ میرے لیے خواہش طعام و خواہشِ نسار کو مردہ کردے مگر معًا یہ خیال آیا کہ جس شے کو حضرت رسول خداؐ نے اپنے لیے نہین طلب کیا، مین اُسے کیونکر طلب کرون، اور اِس دعا سے باز رہا، اِس احترامِ سنتِ نبوی کا صلہ یہ ملا کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے از خود خواہشِ نسا، کو میرے لیے اِس قدر مردہ کر دیا ہی کہ میرے نزدیک عورت و دیوار دونون برابر ہین[۲]،

حاتم اصمؒ فرماتے ہین کہ ہر صبح شیطان مجھ سے سوال کرتا ہی کہ تیرا کھانا کیا ہی، لباس کیا ہے اور سکونت کہان ہی، مین جواب دیتا ہون کہ "میری غذا موت ہی، میرا لباس کفن ہی، اور میرا مسکن قبر ہے[۳]"، انھین بزرگ سے لوگون نے پوچھا کہ آپ کو خواہشات نہین پیدا ہوتین جواب دیا کہ میری سب سے بڑی خواہش یہ رہتی ہی، کہ رات تک دن خیریت سے گذر جائے لوگون نے کہا کہ دن تو خیریت سے گزرتے ہی رہتے ہین، ارشاد ہوا کہ "مین خیریت اسے کہتا ہون، کہ اس روز معاصی الٰہی کا ارتکاب نہ ہو[۴]"،

---

[۱] رسالۂ قشیری مطبوعۂ مصر صفحہ ۹، [۲] ایضاً [۳] ایضاً صفحہ ۱۶، [۴] ایضاً،

شیخ ابو الحسن احمد حواری سے منقول ہو کہ اتباعِ سُنّت نبوی سے باہر ہو کر کوئی سا بھی عمل کیا جائے، باطل ہوگا[1]،

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کے اقوال ذیل، دورِ حاضرہ مین خصوصیت کے ساتھ قابلِ توجہ و مستحق غور ہین:۔

"ہم نے تصوف کو قیل وقال کے ذریعہ سے حاصل نہین کیا، بلکہ گرسنگی، ترکِ دنیا، اور مرغوب وخوشگوار اشیاء کے ترک سے حاصل کیا ہی[2]"

"خلق پر تمام راستہ مسدود کر دیئے گئے ہین، بجز اِس کے کہ سُنّت نبوی کے نقشِ قدم پہ چلا جائے[3]،، ہمارا سارا طریقہ کتاب الٰہی و سُنّتِ رسول کا پابند ہی[4]"،

"جو شخص حافظِ کلامِ الٰہی و عالمِ احادیث رسول نہین، اِس کی تقلید دربارۂ طریقت درست نہین، اِس لیئے کہ ہمارے اِس سارے علم (سلوک) کا ماخذ قرآن و حدیث ہین[5]"،

شیخ داؤد رقی کا قول تھا کہ دنیا مین سب سے کمزور وہ شخص ہی، جو اپنی شہوات کے ضبط پر نہ قدرت رکھتا ہو، اور سب سے زیادہ طاقتور وہ ہی، جو اِس پر قدرت رکھتا ہو اور خدا سے محبت رکھنے کی علامت یہ ہی کہ اِس کے طاعات کو اختیار کیا جائے، اور اوس کے رسول کا اتباع کیا جائے[6]،

اِسی طرح جس قدر حکایات، و اقوال نقل کئے ہین، اُن کا بیشتر حصّہ تعظیمِ شریعت، علمِ قرآن و حدیث، اتباعِ سنت نبوی، ترکِ لذات، قطعِ علائق، و لزومِ مجاہدات و عبادات پر مشتمل ہی،

(۲) بابِ دوم (ص ۴۵-۱۳۰) کا عنوان "فی تفسیر الفاظ تدور بین ہٰؤلاء الطائفۃ و بیان ما یشکل منہا" ہی، اِس مین مصطلحاتِ تصوّف کی توضیح و تشریح کی ہی، مثلاً۔ وقت، مقام، حال، قبض

[1] رسالہ قشیری مطبوعۂ مصر صفحہ ۱۱، [2] صفحہ ۱۹، [3] ایضاً، [4] صفحہ ۱۹، [5] ایضاً، [6] صفحہ ۲۵،

وبسط، ہیبت واُنس، تواجد وجدو وجود، جمع وفرق، فنا وبقا، غیبت وحضور، صحو وسُکر، ذوق وشرب محو واثبات، محاضرہ ومکاشفہ، قرب وبُعد، شریعت وطریقت وحقیقت نَفَس ونَفْس، علم الیقین عین الیقین وحق الیقین، وارد وشاہد، روح وسر وغیرہ،

نمونہ دکھانے کے لیئے دو ایک تعریفات کے اقتباسات یہاں درج کیئے جاتے ہیں:۔

المحی رفع اوصاف العادۃ والاثبات اقامۃ احکام العبادۃ، فمن نفی عن احوالہ الخصال الذمیمۃ واتی بدلہا بالافعال والاحوال الحمیدۃ فہو صاحب محی واثبات،(ص۳۹)

التلوین صفۃ ارباب الاحوال والتمکین صفۃ اھل الحقائق، فمادام العبد فی الطریق فہو صاحب تلوین لانہ یرتقی من حال الی حال وینتقل من وصف الی وصف ویخرج من مرحل ویحصل فی مربع فاذا وصل تمکن (ص۴۰)

الشریعۃ امر بالتزام العبودیۃ والحقیقۃ مشاھدۃ الربوبیۃ، فکل شریعۃ غیر مویدۃ بالحقیقۃ فغیر مقبول وکل حقیقۃ غیر مقیدۃ بالشریعۃ فغیر محصول (ص۴۳)

اِس کے بعد احوال، مقامات ومسائلِ تصوف سے متعلق جتنے مہمات عنوانات ہو سکتے ہیں، سب کے متعلق الگ الگ ایک باب باندھا ہے، اور اس پر کلامِ الٰہی، احادیثِ رسولؐ اور اقوالِ سلف کی روشنی میں گفتگو کی ہے،

اِن ابواب کی فہرستِ عنوانات حسب ذیل ہے: (ص۴۵۔۱۵۱)

باب التوبہ، باب المجاہدہ، باب الخلوۃ والعزلۃ، باب التقوی، باب الورع، باب الزہد، باب الصمت، باب الخوف، باب الرجاء، باب الحزن، باب الجوع، ترک الشہوۃ، باب الخشوع

والتواضع، باب مخالفة النفس، باب الحسد، باب الغيبة، باب القناعة، باب التوکل، باب الشکر باب الیقین، باب الصبر، باب المراقبہ، باب الرضا، باب العبودیة، باب الارادة، باب الاستقامة باب الاخلاص، باب الصدق، باب الحیاء، باب الحریة، باب الذکر، باب الفتوة، باب الفراسة باب الخلق، باب الجود و السخا، باب الغیرة، باب الولایة، باب الدعاء، باب الفقر، باب التصوف باب الادب، باب احکامھم فی السفر، باب الصحبة، باب التوحید، باب احوالھم عند الخروج من الدنیا باب المعرفة باللہ، باب المحبة، باب الشوق، باب حفظ قلوب المشائخ، باب فی السماع،

یہ تمام ابواب باوجود اختصار کے وصف جامعیت رکھتے ہین، ان ابواب کی ایک خصوصیت یہ ہی، کہ اکثر کا آغاز قرآن کی کسی نہ کسی آیت سے ہوتا ہی، اور یہ امر گویا دلیل ہے مصنف کے اس دعوی کی کہ تصوف کا ماخذ کلام مجید ہی ہے، چند عنوانات کی آیات افتتاحی ملاحظہ ہون،

باب الحزن۔ قال اللہ عز وجل وقالوا الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن،

باب التقوی۔ قال اللہ تعالی ان اکرمکم عند اللہ اتقکم

باب الیقین۔ قال اللہ تعالی والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون

باب الصبر۔ قال اللہ تعالی واصبر وما صبرک الا باللہ

باب الفتوة۔ قال اللہ تعالی انھم فتیة اٰمنوا بربھم وزدنٰھم ھدی،

باب الحیاء۔ قال اللہ تعالی الم یعلم بان اللہ یری،

آیات قرآنی کے بعد احادیث نبوی کو رکھا ہے، اور جن ابواب سے متعلق آیات قرآنی درج نہین کی ہین، انھین احادیث سے شروع کیا ہے، اور یہ اشارہ ہی اس امر

کی جانب کہ کلامِ خدا کے بعد، تصوف کا دوسرا ماخذ، کلامِ رسولؐ ہی،

(۵۲) باب اثبات کرامات الاولیاء۔ (ص ۱۵۸-۱۷۵) یہ باب متعدد فصول مین منقسم ہے جن مین وقوعِ کرامت کے امکان، شرائط وغیرہ پر بحث وگفتگو ہے،

(۵۳) باب رُویا القوم (ص ۱۷۵-۱۸۰) اِس مین ماہیت نوم، رویاءِ صالحہ، پریشان خوابی ومسائل متعلقہ پر تفصیلی بحث ہی،

(۵۴) باب وصیۃ للمُریدین۔ (ص ۱۸۰-۱۸۶) کتاب کا سب سے آخری باب ہی، اور اِس لحاظ سے سب سے اہم بھی ہی، کہ بخلاف ابواب سابقہ کے، جن مین مصنف علیہ الرحمۃ نے عموماً صرف نقل اقوال وحکایات پر اکتفا کی ہی، اِس باب مین اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر مریدین وطالبین کے لئے کچھ نصائح بھی تحریر کی ہین، جنھین کتب تصوف کا دستور العمل کہنا چاہیئے،

باب متعدد چھوٹی چھوٹی فصلون پر تقسیم ہی، اور ہر فصل مین کسی اہم حقیقت، یا نصیحت کو مختصر الفاظ مین قلمبند کر دیا ہی، چند نمونہ ملاحظہ ہون۔

(الف) تصوف کی ساری بُنیاد اِس پر ہی، کہ آداب شریعت کی پابندی رہے، حرام ومشتبہ چیزون سے دستکشی کی جائے، ناجائز اوہام وخیالات سے حواس کو آلودہ نہ ہونے دیا جائے، اور غفلتون سے بچکر خدا تعالیٰ کی یاد مین وقت گزاری کی جائے،

وبناء ھذا الامر ومداره علی حفظ آداب الشریعۃ وصون الید عن المد الی الحرام والشبہ وحفظ الحواس عن المحظورات وعد الانفاس مع اللہ تعالیٰ عن الغفلات

ص ۱۸۵

(ب) مرید کو ترکِ شہوات کے مجاہدہ مین دواماً مشغول رہنا چاہیئے، شہوات کی پابندی اور پاکیزگی روح کا ساتھ ہو نہین سکتا، اور مرید کے لیے اِس سے بدترپستی کوئی ہو نہین سکتی

کہ جس شہوت کو خدا کے لئے چھوڑ چکا ہی، اوس کی جانب پھر رجوع کرے،

ومن شان المرید دوام المجاهدة فی ترک الشهوات فان من وافق شهوته

علوم صفوته واقبح الخصال للمرید رجوعه الی شهوة ترکها الله تعالی،

(ایضاً)

(ج) طالب کو اس کی بڑی احتیاط چاہیئے، کہ ایک مرتبہ جس بات کا عہد خداوند تعالیٰ سے کرلے، اُسے نہ توڑے، طریقت مین نقضِ عہد کا وہی درجہ ہی، جو شریعت مین اِرتِدَاد عَنِ الدِّین کا ہے،

ومن شان المرید حفظ عهوده مع الله تعالیٰ فان نقض العهد فی طریق الارادة کالردة عن الدین لاهل الظاهر (ایضاً)

(د) طالب کو لازم ہی، کہ دامانِ آرزو کو بہت نہ پھیلائے، فقیر کو صرف حال سے سروکار رکھنا چاہیے، مستقبل کے متعلق خیالی پلاؤ پکاتے رہنا، اس کے لئے موزون نہین،

ومن شان المرید قصر الامل فان الفقیر ابن وقته فاذا کان له تدبیر فی المستقبل وتطلع لغیر ما هو فیه من الوقت وامل فیما لیستانفه لایجی منه شیٔ

(ص ۱۵۶)

(ھ) طالب کو یہ نہ چاہیئے کہ مرشد کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھے،

ولا ینبغی للمرید ان یعتقد فی المشائخ العصمة بل الواجب ان یذرهم واحوالهم فیحسن به الظن ویراعی مع الله تعالیٰ حده فیما یتوجه علیه من الامر والعلم کاف فیه فی التفرقة بین ما هو محمود وما هو معلول (ص ۱۵۷)

(و) اہل دنیا کی صحبت سے طالب کو ہر طرح بچنا چاہیئے، اور اسے اپنے حق مین زہر قاتل

سمجھنا چاہیئے، زاہد تقرب آلٰہی کے لیئے مال کو اپنے پاس سے دور کرتے رہتے ہین، اور صوفی تحقق آلٰہی کی غرض سے خلائق سے اپنے قلب کو خالی کرتے رہتے ہین،

ومن شان المرید التباعد عن ابناء الدنیا فان صحبتہم سمٌّ مجرب لانہم ینتقصون به وھو ینتقص بہم قال اللہ تعالیٰ ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا وان الزھاد یخرجون المال عن الکیس تقرباً الی اللہ تعالیٰ واھل الصفاء یخرجون الخلق والمعارف من القلب تحققاً باللہ تعالیٰ،

(ص ١٨٦)

(۱۸) اسی سلسلہ مین حضرت مصنفؒ ایک اور "سخت ترین خطرہ راہ" (اصعب الآفات فی ہذہ الطریقہ) سے بھی متنبہ کرتے ہین، جس کی تبلیغ، دور موجودہ مین، ہر صاحب سجادہ کے آستانہ پر، ہر خانقاہ نشین کے دروازہ پر، ضروری ہے، لیکن اسے اُردو مین نقل کرنا، شاید اکثرون کی آنکھین نیچی ہوجانے، اور چہرہ پر ندامت کی سُرخی دوڑنے کا باعث ہو، بہتر ہوگا کہ اصل مضمون کا مطالعہ متن کتاب مین کیا جائے، یہان صرف آغاز کی دو سطرین درج کی جاتی ہین؛

ومن اصعب الآفات فی ھذہ الطریقة صحبة الاحداث ومن ابتلاہ لیثیٔ من ذلك فباجماع الشیوخ ذلك عبد اہانه اللہ عزوجل وخذله بل عن نفسه شغله ولو بالف الف کرامة اھله وھب انه بلغ رتبة الشہداء الخ (ص ۱۸۸)

باب (۴)

فتوحُ الغیب

(شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

اگر یہ سوال کیا جائے، کہ صوفیہ کرام کے مختلف سلاسل وطبقات مین شہرت ومقبولیت سب سے زیادہ کس بزرگ کے حصہ مین آئی ہی، تو اس کے جواب مین جونام نامی متفقہ طور پر سب کی زبانون پر آئے گا، وہ اغلباً حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کا ہوگا، دوسرے اکابر کی شہرت عموماً اپنے اپنے حلقون تک محدود ہی، حضرت شیخ جیلانیؒ کا اسم گرامی، حدود سلسلۂ قادریہ سے متجاوز ہوکر ہر حلقہ، ہر سلسلہ، ہر طبقہ کے عوام وخواص کی زبان پر مختلف اسماء والقاب کے ساتھ جاری ہی، آپ کا زمانہ دورِ قدما کا آخر زمانہ تھا، اسلیئے بھی آپ کے ارشادات خصوصیت کے ساتھ مستحق توجہ وغور ہین،

(۱) مصنف[۱]

اسم مبارک عبدالقادرؒ تھا، ابو محمدؒ کنیت تھی، محی الدین لقب تھا، متاخرین نے فرط

[۱] حضرت کے حالات ومناقب کثیر التعداد تذکرون او رتالیفات مین مندرج ہین لیکن اکثر تکریرات ہین یعنی ایک دوسرے سے ماخوذ ومنقول ہین، میرے پیش نظر اس وقت ماخذ ذیل ہین (۱) نفحات الانس جامی (۲) سفینۃ الاولیاء، دارا شکوہ (۳) نشر المحاسن الغالیہ فی فضل مشائخ الصوفیہ، امام عبداللہ یافعی (۴) اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی، (۵) قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادرؒ محمد بن یحیٰی مصری، جس کا اردو ترجمہ تجلیات جاودانی کے نام سے لاہور مین چھپ چکا ہی،

عقیدت سے متعدد القاب کا اضافہ کر دیا، محبوب سبحانی، غوث اعظم، قطب ربانی، وغیرہ، سلسلۂ نسب جدی امام حسن علیہ السلام تک پہونچتا ہی، اور سلسلۂ مادری امام حسین علیہ السلام تک اس لیئے نام کے ساتھ سید حسنی و حسینی لکھا جاتا ہی، سایۂ پدری بچپن ہی مین سر سے اٹھ گیا،

ولادت بہ اختلاف روایات ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ مین ہوئی، مولد جیلان ہی، جو نواح طبرستان مین ایک قصبہ کا نام ہی، اور جس کے دوسرے نام گیل، جیل، و گیلان بھی ہین، سال وفات بالاتفاق ۵۶۱ھ ہجری ہی، عمر شریف نوّے سال کی ہوئی، ماہ ربیع الثانی بھی سب کو مسلّم ہی، تاریخ مین البتہ سخت اختلاف ہی، ۸ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۳ و ۱۷ مختلف روایات منقول ہین، دارا شکوہ کی تحقیق مین قول اصح ۹ ربیع الثانی ہی، اٹھارہ سال کی عمر مین بغداد تشریف لائے، عمر کا بیشتر حصہ یہین گزرا، یہین وصال فرمایا، یہین مدفون ہوئے،

سلسلۂ تعلیم مین سب سے پہلے قرآن کو حفظ کیا، پھر ادب، فقہ، و حدیث کی باضابطہ تحصیل و تکمیل اپنے زمانہ کے اساتذہ کاملین سے کی، وسعتِ نظر و تبحر علمی کی شاہد خود آپ کی تصانیف غنیۃ الطالبین، و فتوح الغیب ہین، مسائل فقہیہ مین مذہب حنبلیؒ رکھتے تھے، تدریس، افتا، و وعظ کے مشاغل سالہا سال تک جاری رہے، اور ایک بڑے گروہ نے علوم ظاہری مین تلمذ حاصل کیا، استفتا دور دور سے آتے رہتے، اور آپ برجستہ جوابات تحریر کراتے،

طریقۂ باطنی کی تعلیم شیخ حمّاد، قاضی ابوسعید مبارک مخزومی، اور شیخ ابویعقوب یوسف ہمدانی سے پائی، پیر خرقہ قاضی ابوسعید مخزومی تھے، پیر صحبت شیخ حماد تھے، نسبت ارادت براہ راست، سرورِ عالم صلعم سے تھی، انوار فیوض کا نزول براہ راست سرکار رسالت سے ہوتا تھا،

تذکرون مین کرامت و خرق عادت کے واقعات اس کثرت سے منقول ہین، کہ شاید کسی دوسرے بزرگ کے نہ ہون، امام یافعیؒ کہتے ہین، کہ شیخ موصوف کی کرامات کی تعداد حدّ شمار سے

افزون ہی، اکثر پایۂ تواتر کو پہنچی، یا تقریباً پہنچی ہوئی ہین، داراشکوہ کے الفاظ مین،

"اگر انچہ از آنحضرت در ایام حیات بہ ظہور رسیدہ و انچہ الحال نیز مشاہدہ نمودہ می شود جمع کنم کتاب کلانے می شد"

شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ایک معاصر بزرگ، شیخ علی بن ہیتی کی شہادت نقل کرتے ہین:۔

"ندیدم ہیچ کیے از اہل زمان خود را اکثر الکرامات از شیخ عبد القادر، ہر وقت ہر کہ از ما خواہد کہ از وے کرامتے مشاہدہ کند میکند، و خوارق ظاہر گردد، گاہے از وے، گاہے در وے و گاہے بوئے"

والدۂ ماجدہ کا بیان ہی کہ تولد ہوتے ہی احکام شریعت کا یہ احترام تھا، کہ رمضان بھر دن مین دودھ نہین پیتے تھے، ایک مرتبہ ۲۹ شعبان کو ابر کے باعث چاند نہ دکھائی دیا، دوسرے روز اس ولی مادرزاد نے دودھ نہین پیا، بالآخر تحقیق کے بعد معلوم ہوا، کہ اُس روز یکم رمضان تھی

بچپن کا زمانہ تھا، آبادی کے باہر کھیل رہے تھے، ایک گائے کی دُم پکڑ کر کھینچی اُس نے پلٹ کر یہ کلام کیا، کہ اے عبد القادر، اس غرض سے دنیا مین نہین بھیجے گئے ہو، معاً اُسے چھوڑ دیا، دل پر ہیبت طاری ہوئی، مکان آکر بالاخانہ سے دیکھا تو میدان عرفات مین حاجیون کی قطارین نظر آئین، والدہ ماجدہ سے آکر عرض کی کہ راہِ خدا طے کرنے کی اجازت دیجیئے، بغداد جاکر تحصیل علم کرون، انھون نے سبب پوچھا، کل واقعہ ان سے بیان کیا، اُن نیک خاتون پر رقت طاری ہوئی، اُٹھ کر گئین، ایک تھیلی لاکر فرزند نامدار کے ہاتھ مین دی، اور فرمایا کہ

"بیٹا تمھارے والد مرحوم کل اسّی دینار چھوڑ گئے تھے، چالیس کی امانت تمھارے بھائی کے لیئے محفوظ ہی، یہ چالیس تمھارے حوالہ، میری نصیحت و وصیت جو کچھ سمجھو اتنی ہے، کہ راستی کو

کسی حالت مین کبھی نہ چھوڑنا جاؤ تمہین خدا کو سونپا، اب قیامت کے دن دیکھنے کو ملوگے،،

راستہ مین ڈاکوؤن نے قافلہ پر حملہ کیا، ہر شخص مال چھپانے اور جان بچانے کی فکر مین ہوا، مگر اس سعادت مند فرزند اور خدا کے برگزیدہ بندے نے صاف صاف اپنے پاس کی مالیت کو بیان کر دیا، قزاق راستبازی کی اِس معجز نما مثال سے حیران ہوگئے، بالآخر اپنے پیشہ سے تائب ہوکر داخلِ بیعت ہوئے،

منزل صدق مین اسی قیام و استقامت کا یہ نتیجہ تھا کہ آگے چل کر وہ مرتبۂ اعظم حاصل ہوا، جو مقام صدیقیت کے لئے مخصوص ہی، اور جو رہروون کے لئے تو کیا، اچھے اچھے رہبرون اور بڑے بڑے رہنماؤن تک کے لئے باعثِ رشک ہی،

تصانیف متعدد چھوڑین، جن مین مندرجۂ ذیل یا خود موجود ہین، یا اون کے نام دوسری کتابون مین محفوظ ہین،

(۱) غنیۃ الطالبین۔ فقہ کی مشہور کتاب ہی، ہندوستان و مصر مین بارہا چھپ چکی ہی،

(۲) فتوح الغیب۔ فن سلوک پر،

(۳) الفتح الربانی معروف بہ شش مجالس، مجموعۂ مواعظ،

(۴) جلاء الخاطر۔

(۵) یواقیت الحکم

(۶) الفیوضات الربانیہ فی الاوراد القدسیہ۔

(۷) حزب بشایر الخیرات

المواہب الرحمانیہ والفتوح الربانیہ

(۴ تا ۷ اور آخری کتاب:) یہ سب نام پروفیسر مارگولیتھ نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مین آرٹکل عبدالقادر محی الدین جیلانی کے تحت مین درج کئے ہین،

یہ تمام تصانیف، بہ قول مارگولیتھ کے، مصنف کے فضل و کمال تفقہ فی الدین، و تبحر شریعت پر

شاہد عادل ہین،

صحیفۂ زندگی کی ایک ایک سطر احکام شرعیہ کے مطابق تھی، مکتوبات و مواعظ کا ایک ایک لفظ آیاتِ کلام مجید سے مستند و مستنبط ہوتا تھا، تعلیمات مین سب سے زیادہ زور پابندیٔ شریعت و اتباعِ سُنّت پر تھا، وصال سے ذرا پہلے اکابر مشایخِ عصر کا مجمع تھا، بڑے صاحبزادے شیخ سیف الدین عبد الوہاب نے عرض کی، کہ حضرت کچھ وصیت فرمایئے، جواب مین ارشاد ہوا:-

علیکَ بتقوی الله و طاعة ولا تخف احدًا	خدا کے تقوے اور طاعت کو اپنے اوپر لازم رکھو بجز خدا
ولا ترج و وکل الحوائج الی الله واطلبها منه	کے کسی سے خوف یا اُمید نہ رکھو، تمام حاجات کو خدا ہی کو
ولا تثق باحدٍ سوی الله خدا التوحید التوحید	سونپ دو، اور اُسی سے طلب کرتے رہو، بجز خدا کے
اجماع الکل،	کسی پر اعتماد نہ رکھو، لازم رکھو اپنے اوپر، توحید کو
" " " "	توحید کو، توحید کو کہ اسی پر سب کا اجماع ہے،

کثرتِ عبادات و ریاضات کا اندازہ اِن واقعات سے کیا جا سکتا ہے، کہ چالیس سال تک عشا کے وضو سے نمازِ فجر ادا کی، پندرہ سال تک یہ معمول رہا کہ بعد عشا پورا کلام مجید ختم فرماتے تھے، پچیس سال تک صحرا مین اِس تنہائی کے ساتھ بسر کی، کہ انسان کی شکل بھی نہین دیکھی،

(۲) تصنیف

آج سے تین ساڑھے تین سو سال اوپر فتوح الغیب دُنیا کے لیئے پردۂ غیب مین تھی، شیخ سیف الدین عبد الحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) جب فریضۂ حج ادا کرنے گئے، تو مکۂ معظمہ مین شیخ عبد الوہاب متقی قادری کے ہان ایک نسخہ اِس کتاب کا اون کی نظر سے گزرا، ہندوستان واپس آئے تو ایک دوسرا نسخہ یہان بھی نظر آیا، اُس کا اُنھون نے فارسی مین ترجمہ کیا، اور مفتاح الفتوح کے نام سے شرح لکھی، فتوح الغیب کا موجودہ مطبوعہ نسخہ شیخ عبد الحق ہی کی

تہذیب وترتیب دئیے ہوئے نسخہ کی نقل ہی جو اون کی شرح کے ساتھ لاہور و لکھنؤ مین شائع ہوا ہی،

کتاب، حمد ونعت کے علاوہ، اٹھتر مختصر مقالات مین تقسیم ہی، آخر مین چند اوراق مصنف

علیہ الرحمۃ کے حالات مرض الموت ووفات وغیرہ سے متعلق مرتب نے اضافہ کیئے ہین،

(۱) مقالۂ اول، تعمیلِ اوامر، واجتنابِ نواہی، ورضاء بالقضاء پر ہی، (ص ۹-۱۰) فرماتے ہین کہ

لابد لکل مومن فی سائر احوالہ من الثلثۃ	ہر مومن کے لیئے ہر حال مین یہ تین چیزین لازمی ہین،
اشیاء امر تمتثلہ ونھی یجتنبہ وقدر	ایک یہ کہ اوامر آلٰہی کی تعمیل کرتا رہے، دوسرے یہ کہ
یرضی بہ فاقل حالۃ لایخلو المومن فیھا من	منہیات سے بچتا رہے، تیسرے قضا وقدر آلٰہی پر راضی
احد ھذہ الاشیاء الثلثۃ الخ	رہے، پس مومن کے لیئے کم سے کم مرتبہ یہ ہی کہ کسی حالت مین
〃 〃 〃 〃	وہ ان تینون چیزون سے خالی نہ ہو،

(۲) مقالۂ دوم، اتباعِ سنت وترکِ بدعت (ص ۱۰-۱۱) پر ہی، اس کا یون آغاز فرماتے ہین:-

اتبعوا ولا تبتدعوا واطیعوا ولا تمرقوا	پیرویِ سنت کرتے رہو اور راہِ بدعت نہ اختیار کرو، اطاعت
وحدوا ولا تشرکوا ویفعل اللہ ما یشاء ویحکم	کرو، اور دائرۂ اطاعت سے باہر نہ آؤ، توحید خداوندی کو
ما یرید ونزھوا الحق ولا تتھموا وصدقوا	مانو، اور کسی کو اوس کا شریک نہ بناؤ، کہ وہی جو کچھ چاہتا ہے
ولا تشکوا واصبروا ولا تجزعوا واجتمعوا	اپنی مشیت وارادہ سے کرتا ہی، خداوند تعالیٰ کو ہر نقص وعیب سے
علی الطاعۃ ولا تتفرقوا،	پاک سمجھو اور اوس پر تہمت نہ لگاؤ، اوس پر اعتماد رکھو
〃 〃 〃 〃	اور شک وگمان مین نہ پڑو، صبر سے کام لیتے رہو، اور
〃 〃 〃 〃 〃	بے صبری نہ کرو، طاعت حق پر جمع ہو، اور جماعت مین
〃 〃 〃 〃 〃	تفرقہ نہ ڈالو،

اِس مقالہ مین یہ تعلیم بھی ہی، کہ گناہون سے توبہ کرنے اور غفلت کے دور کرنے مین تاخیر نہ کرو

اور شب و روز استغفار تقصیرات و رجوع الی اللہ کرنے کو اپنے اوپر بار نہ سمجھو،

(۳۴) مقالۂ سوم، اِس عنوان سے متعلق ہو کہ ابتلا و مصائب سے بندہ کے لیئے کیا مقصود ہوتا ہو، (۱۰۸-۱۲۵) اِس مین نہایت خوبی و صحت کے ساتھ سالک کی نفسیت کی تشریح کی ہو، فرماتے ہین کہ انسان پر جب کسی قسم کا کوئی درد دکھ وارد ہوتا ہو تو سب سے پیشتر تو وہ اپنی ذاتی قوت و تدبیر سے اوس کے دفع کی کوشش کرتا ہو، جب اوس مین کامیابی نہین ہوتی تو خلق کی جانب رجوع کرتا ہو، مثلاً سلاطین، اُمرا، اہل ثروت وغیرہ، یا اگر بیمار ہو تو اطبا کی جانب، جب اِس مین بھی ناکام ہو چکتا ہو، تو پروردگار عالم کی درگاہ مین دعا و تضرع کے ذریعہ سے حاضر ہوتا ہو، اِنسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہو، کہ جب تک وہ خود دفعِ مضرت پر قادر ہو، خلق سے بے نیاز رہتا ہو، جب اپنے تئین مجبور پاتا ہو، تو خلق کے سامنے دستِ اعانت دراز کرتا ہو، جب اِدھر سے بھی سہارا نہین رہتا، تو خالق کے آستانہ پر جبینِ نیاز رگڑتا ہو اور نہایت خضوع و خشوع، الحاح و زاری کے ساتھ کبھی اُمیدوارانہ اور کبھی مایوسانہ دعا مین مشغول ہو جاتا ہو، جب خدا اِس کو اِس مین بھی ناکام رکھتا ہو، اور اس کی دعا نہین قبول کرتا، تو رفتہ رفتہ اس کی نظر مین تمام اسباب بے حقیقت ہو جاتے ہین، اور اِسے انقطاع الی اللہ حاصل ہو جاتا ہو، اُس وقت بندہ تمام تعلقات سے آزاد، روح مجرّد رہ جاتا ہو، اور اوصاف بشریت، ہوا و ہوس و خواہش و آرزو وغیرہ اس سے رخصت ہو جاتے ہین اس وقت اتنی صفائیِ باطن، نورانیتِ قلب حاصل ہو جاتی ہو، کہ اُسے ہر فعل کی فاعل ذاتِ خالق ہی نظر آتی ہو، اور یہ یقین شہودی حاصل ہو جاتا ہو، کہ تمام موجودات مین فاعل حقیقی صرف خدائے تعالیٰ ہو، اور ہر راحت و سکون ہر خیر و شر، ہر سود و زیان، ہر عطا و بخل، ہر کشایش و بستگی، ہر موت و حیات، ہر عزت و ذلت، ہر تونگری و افلاس کی حقیقت اِس کے سوا اور کچھ نہین، کہ وہ قادر مطلق ہی کی قدرت کا ایک ظہور ہو،

تاآنکہ یہ سلسلہ، معرفت کامل پر جاکر منتہی ہوتا ہی، یعنی بندہ کو ہر شے کا مرجع و مبدء ذات خداوندی محسوس ہونے لگتی ہی، اسرارِ قدرت اُس پر روشن ہونے لگتے ہین، وہ خالق ہی کے کان سے سُنتا ہی، اُسی کی حمد وثنا، شکر و دعا مین لگ جاتا ہی،

مقالات ذیل کی نوعیتِ مباحث کا اندازہ، جس مین سے ہر ایک بجائے خود نہایت اہم، دلچسپ و بصیرت افزا ہی، اون کے عنوانات سے ہوگا،

(۶۱) المقالة الحادی والستون فی بیان الورع والتقویٰ (ص ۳۴۱-۳۴۴)

(۶۳) المقالة الثلثة والستون فی بیان الاخلاص والریا۔ (ص ۳۴۸-۳۴۹)

(۷۱) المقالة الحادی والسبعون فی الصبر علی البلاء (ص ۳۷۹-۳۸۴)

(۷۸) المقالة الثامنة والسبعون فی بیان الخصال العشرة لارباب المحاسبة المجاہدہ (ص ۴۰۶-۴۱۰)

ذیل مین مختلف ابواب سے چند اقتباسات نقل کیئے جاتے ہین،

باب (۷۵) مین اپنے صاحبزادے کو وصایا ارشاد فرماتے ہین، گویا وہ طریقہ تعلیم کرتے ہین، جس پر چلنے سے اِنسان عارفِ کامل بن سکتا ہی، موجودہ مشائخ کو یہ دیکھکر حیرت ہو گی، کہ اِس وصیّت نامہ مین اُن کے مروجہ اشغال و مراسم کا کہین ذکر نہین، بلکہ تمامتر پابندیِ شریعت، ضبطِ نفس، و مجاہدہ کی تعلیم ہی، ارشاد ہوتا ہی:—

اوصیک بتقوی اللہ وطاعته ولزوم ظاہر	مین تمھین وصیت کرتا ہون کہ خدا کا تقویٰ وطاعت
الشرع وسلامة الصدر وسخا النفس و	اختیار کرو، اور شریعت ظاہری کی پابندی لازمی رکھو
بشاشة الوجه وبذل الندی وکف الاذی	اور سینہ کو (خواہشات وخباثت نفس سے) محفوظ رکھو،
وحمل الاذی والفقر وحفظ حرمات المشائخ	اور نفس مین جوانمردی رکھو، اور کشادہ رو رہو، اور جو
وحسن العشرة مع الاخوان والنصیحة للا	شے عطا کرنے کے قابل ہی اُسے عطا کرتے رہو، اور ایذا
صاغر وترک الخصومة فی الارفاق وملازمة	دہی سے باز رہو، اور آزار خلق و آداب درویشی کا تحمل
الایثار ومجانبة الادخار:۔	کرتے رہو، اور حرمت مشائخ نگاہ رکھو، اور برابر والون سے
(ص ۳۹۵-۳۹۶)	حُسنِ معاشرت رکھو، اور خردون کو نصیحت کرتے رہو،
″ ″ ″ ″ ″	اور اپنے رفیقون سے جنگ نہ کرو، اور ایثار کو اپنے
″ ″ ″ ″ ″	اوپر لازم کر لو، اور ذخیرۂ مال کر اہم کرنے سے بچو،

فقر کی حقیقت دو لفظون مین بیان فرمادی ہی،

وحقیقۃ الفقران لاتفتقر الی من ھو مثلک ، (۳۹۶)

فقر کی حقیقت یہ ہی کہ اپنی جیسی کسی ہستی کا محتاج نہ رہ (یعنی صرف خدا سے واسطہ رہے، اور مخلوقات سے مطلق نہ رہے)

تصوف کی تحصیل کس طرح انسان کے لئے ممکن ہی؟ قیل وقال، بحث ومباحثہ

والتصوف اخذ من القیل والقال ولکن اخذ عن الجوع وقطع المعروفات والمستحسنات

کے ذریعہ سے نہین، بلکہ گرسنگی سے اور دنیا کی خوشگوار ومحبوب اشیاء کے ترک سے،

تصوف کی بنیاد کار ان آٹھ خصلتوں پر ہی، جن مین سے ہر ایک کا مظہر ایک ایک نبی اولوالعزم ہوا ہی، اون کے آثار قدم کی پیروی طالب تصوف کے لئے ناگزیر ہی،

التصوف مبنی علی ثمان خصال السخا لابراہیم والرضاء للاسحاق والصبر لایوب والاشارۃ لزکریا والغربۃ لیحیی ولبس الصوف لموسی والسیاحۃ لعیسی والفقر لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین ،

تصوف مبنی ہی آٹھ خصلتوں پر، سخا ابراہیمؑ پر، رضائے اسحاقؑ پر، صبر ایوبؑ پر، مناجات زکریاؑ پر، غربت یحییٰؑ پر، خرقہ پوشی موسیٰؑ پر، سیاحت (یا تجرد) عیسیٰؑ پر اور فقر محمد صلعم پر،

ایک پیر مرد نے خواب مین آپ سے دریافت کیا کہ خدا سے بندہ کو قریب کرنے والی کیا شے ہی؟ آپ نے جواب دیا کہ جو شے تقرب باری پیدا کرتی ہی، اس کی ایک ابتدا ہی، اور ایک انتہا ہی، ابتدا اوس کی ورع ہی اور انتہا اوس کی رضا وتسلیم وتوکل ہی، (ص ۲۷۳)

آج بہت سے اہل غفلت کا یہ حال ہی، کہ پابندی فرائض وتعمیل نصوص قطعیہ کی جانب سے غافل وسست ہین اور ادائے نوافل واوراد ووظائف مین مستعد اور خاص اہتمام رکھنے والے

اِس طبقہ کی بابت ارشاد ہوتا ہی:—

ینبغی للمؤمن ان یشتغل اوّلاً بالفرائض فاذا فرغ منها اشتغل بالسنن ثم یشتغل بالنوافل والفضائل فمن لم یفرغ من الفرائض فالاشتغال بالسنن حمق ورعونة فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم یقبل منه واهین (ص۲۷۴)

مومن کو چاہیئے کہ سب سے پہلے فرائض پر متوجہ ہو، جب یہ ادا کر چکے، تب سنتون کو اختیار کرے، اس کے بعد نوافل پر متوجہ ہو، لیکن جو شخص اپنے فرائض سے فارغ نہین ہو چکا ہی، اوس کے لیے سنتون مین مشغول ہو جانا حماقت و نادانی ہی، اسلئے کہ ادائے فرائض سے قبل سُنن و نوافل غیر مقبول رہینگے، اور جو شخص ایسا کریگا خوار ہوگا،

فرائض کو چھوڑ کر سُنن و نوافل مین مشغول ہونے والے کی مثال اس شخص کی

فمثله کمثل رجل یدعوه الملک الی خدمته فلا یأتی الیه ویقف بخدمة الامیر الذی هو غلام الملک وخادمه وتحت یدیه (ص۲۷۵)

سی ہی، کہ اُسے بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بُلا رہا ہو، اور وہ بادشاہ کے حضور مین تو نہ جائے اور ایک امیر کی خدمت مین لگا رہے، جو خود اس بادشاہ کا زیر دست، خادم، اور غلام ہی،

نمازی جب تک فرائض نہ ادا کرے، اس کے نوافل غیر مقبول رہتے ہین، (ص۲۷۶) اِسی طرح اُس نمازی کے نوافل بھی جو سُنّتون کو چھوڑ کر نوافل ادا کر رہا ہی۔ (ایضاً)

شرک محض اصنام پرستی کا نام نہین، بلکہ خواہش نفس کی پیروی کرنا، یا خدا کے علاوہ غیر خدا کی طلب کرنا، یہ سب شرک ہی، (ص۴۲-۴۳)

باب (۵)

عوارف المعارف

(شیخ شہاب الدین سہروردیؒ)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرات صوفیہ مین نہ صرف ایک مسلّم امام ہوئے ہین، بلکہ ایک مستقل سِلسلۂ (سہروردیہ) کے بانی بھی تسلیم کیئے جاتے ہین، اور اِسی نسبت سے اون کی کتاب عوارف المعارف کو مرتبۂ استناد و قبول عام بھی حاصل ہی، اصل عربی مین کئی بار چھپ چکی ہی، فارسی مین ایک سے زاید ترجمہ ہوچکے ہین، اُردو مین بھی ترجمہ نکل چکا ہے، متاخرین کے سلوک کے عِلمی حصہ کا بڑا ماخذ یہی کتاب ہی،

(۱) مصنّف

پورا نام ابو حفص شہاب الدین عمر بن محمدؐ البکری سہروردی ہی، عام لقب شیخ الشیوخ تھا، معاصر صوفیہ دور دور سے دریافتِ مسائل مین اِن سے رجوع کرتے[۱]، قیام بغداد مین رہتا تھا، ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ ہجری مین ہوئی[۲]، عمر طبعی پائی، انتقال محرم ۶۳۲ھ مین کیا[۳]، مزار بغداد مین ہی، مولد سہرورد تھا، جو عراق عجم کا ایک قصبہ ہی،

والد ماجد کا نام شیخ محمدؐ قریشی تھا[۴]، سِلسلۂ نسب بارہ پشتون سے حضرت صدیق اکبرؓ تک

---

[۱] نفحات الانس صفحہ ۵۴۵ (مطبوعہ کلکتہ، [۲] ایضاً (سفینۃ الاولیاء)، [۳] سفینۃ الاولیاء صفحہ ۱۱۳ (مطبوعہ لکھنؤ)، [۴] خزینۃ الاصفیاء جلد ۲ صفحہ ۱۳

منتہی ہوتا ہی[۱]،

ابتداءً اپنے حقیقی چچا شیخ ابو النجیب سہروردیؒ کے مرید ہوئے، اور پرورش بھی انھین کے سایۂ عاطفت مین پائی، لیکن طبیعت کا رجحان علم کلام کی جانب تھا، متعدد کتابین اِس فن مین ازبر کرلی تھین، چچا اکثر اِس فن سے مانع ہوا کرتے تھے، لیکن اثر نہ ہوتا تھا، ایک روز شیخ عبدالقادر[۲] جیلانی کی خدمت مین حاضر ہوئے، اِن کو بھی ہمراہ لیا اور اِن سے فرمایا کہ "دیکھو، ایک ایسے بزرگ کی خدمت مین حاضر ہو رہے ہین جن کا قلب خدا تعالیٰ کی خبر دیتا ہی، اون کے دیدار کی برکات حاصل کرنا،، حضرت شیخ جیلانیؒ کی خدمت مبارک مین پہونچکر اونھون نے عرض کی کہ "یا حضرت یہ میرا بھتیجا علم کلام مین مشغول رہا کرتا ہی، ہرچند منع کرتا ہون، باز نہین آتا،، حضرت نے اِن سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ "عمر کون کون سی کتابین پڑھی ہین"؟ اونھون نے نام گنائے، حضرت نے سُنکر اپنا دست مبارک اون کے سینہ پر پھیرا، ان کا بیان ہی کہ

"ہاتھ کا پھیرنا تھا، کہ بخدا ایک لفظ بھی مجھے اِن کتابون کا یاد نہ رہ گیا، خدا نے معاً تمام مسائل کلامیہ میرے دل سے محو کر دیئے، اور قلب کو علم لدنی سے مملو کر دیا[۳]،،

شیخ کے مریدین بہ کثرت تھے، اور مشہور فاضلین و کاملین، جو بجائے خود صاحبان سلسلہ ہوئے ہین، مثلاً شیخ بہار الدین زکریا ملتانی، شیخ حمید الدین ناگوری، شیخ نجیب الدین علی برغش وغیرہم[۴]،

تصانیف کثیر چھوڑین، چند کے نام معلوم ہین، رشف النصائح، اعلام الہدیٰ فی عقیدہ ارباب التقیٰ، بہجت الاسرار (در مناقب غوث الاعظمؒ[۵]) سب سے زیادہ مشہور عوارف المعارف ہی، جس کا سال تصنیف ۵۶۰ھ ہی،

---

[۱] خزینۃ الاصفیاء جلد ۲ ص ۱۳، [۲] سفینۃ الاولیاء، [۳] ایضاً، [۴] نفحات و خزینہ،

(۲) تصنیف

کل کتاب دو حصّوں مین ہی، اور ۶۳ بابون پر شامل ہی، ۳۲ باب حصّۂ اول مین ہین، اور ۳۱ حصّۂ دوم مین،

خطبۂ کتاب مین حمد و نعت کے بعد ہی سبب تالیف کتاب یہ بیان کرتے ہین، کہ "گروہ صوفیہ مین انحطاط پیدا ہو چلا ہے، اون کے اعمال فاسد ہوتے جاتے ہین، اون کے نقال بہت سے پیدا ہو گئے ہین، اتباع کتاب و سنت کا سررشتہ ہاتھون سے چھوٹ گیا ہے اور خلقت حقیقت تصوف کی جانب سے بدگمان ہو چلی ہے"

اس کے بعد ابواب کتاب کی فہرست درج کرتے ہین، جو اس زمانہ کے مصنفین کے لئے ایک نادر شے ہی، اس کے خاتمہ پر جنید بغدادیؒ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد، کہ "ہمارے اس علم (طریقت) کی بساط سالہا سال ہوئے، کہ لپیٹ کر رکھ دی گئی، اور ہم اب اوس کے حاشیہ پر گفتگو کر رہے ہین، بہ صد حسرت و تاسف فرماتے ہین، کہ

بدا ھذا القول منہ فی وقتہ مع قرب العھد بعلماء السلف وصالحی التابعین فکیف بنا مع بعد العھد واقلۃ العلماء الزاھدین والعارفین بحقایق علوم الدین،

یہ اس وقت ارشاد ہوا تھا، درآنحالیکہ وہ زمانہ علماء سلف و صلحاء تابعین سے قریب تھا، پس ہمارا کیا حال بیان ہو، جبکہ اس قدر زمانہ اور گذر چکا ہی اور علمائے زاہدین اور عارفین حقائق دین کم ہو گئے ہین،

انحطاط تصوف کی یہ صورت سنہ ۴۶۵ھ مین تھی، فرزندان مستقبل کو اس پر قیاس کرنا چاہئیے کہ تقریباً آٹھ سو برس اور گذرنے کے بعد سنہ ۱۳۳۱ھ مین یہ پستی کس حد تک پہونچ گئی ہوگی؟

مطالب کتاب ایک سرسری و اجمالی اندازہ عنوانات و ابواب سے ہوگا،

(۱) فی ذکر منشاء علوم الصوفیہ، اس مین علم تصوف و علوم متعلقہ کی ابتدائی تاریخ اور انکا مبداء و منشاء بیان کیا ہی، (ص ۱-۱۰)

(۲) فی ذکر تخصیص الصوفیہ بحسن الاستماع، اس مین کلام خدا اور کلام رسولؐ کے حسن استماع اور اسکی برکت کا ذکر ہے (ص ۱۱-۱۶)

(۳) فی بیان فضیلۃ علوم الصوفیہ والاشارۃ الی انموذج منہا، (ص ۱۶-۲۵)

(۴) فی شرح حال الصوفیہ واختلاف طرقہم - (ص ۲۶-۲۹)

(۵) پانچوان باب ماہیت تصوف پر ہی (ص ۲۹-۳۲) اور

(۶) چھٹا باب تصوف کی وجہ تسمیہ پر - (ص ۳۲-۳۶)

(۷ تا ۹) ساتوین سے نوین تک تین باب متصوف، ملامتی، اور مصنوعی اہل تصوف سے متعلق ہین، (ص ۳۶-۴۴)

(۱۰) دسوین باب مین مرتبہ مشیخت کی شرح ہی (ص ۴۴-۴۹)

(۱۱) فی شرح حال الخادم ومن تشبہ بہ - (ص ۴۹-۵۱)

(۱۲) بارہوان باب خرقہ مشائخ (ص ۵۱-۵۵) سے متعلق ہی،

(۱۳ تا ۱۵) یہ تین باب اہل خانقاہ و اہل صفہ کی باہمی نسبت و تعلقات کے بیان مین ہین، (ص ۵۵-۶۳)

(۱۶ تا ۱۸) یہ تین باب صوفیہ کے آداب سفر و قیام اور اُن کے متعلقات پر ہین (ص ۶۳-۷۷)

(۱۹) فی حال الصوفی المتسبب (ص ۷۷-۸۰)

(۲۰) فی ذکر من یاکل من الفتوح (ص ۸۰-۸۶)

(۲۱) صوفیہ متجرد و متاہل کے احوال و مقاصد مین (ص ۸۶-۹۱)

(۲۲ تا ۲۵) یہ چار ابواب، سماع اور اوس کے متعلقات و شرائط کی نذر ہین (ص ۹۱-۱۰۹)

(۲۶ تا ۲۸) ان ابواب ثلثہ کا موضوع صوفیہ کی چلہ کشی اور اس کے آداب و شرائط ہین، (ص ۱۰۹-۱۲۰)

(۲۹ تا ۳۰) اخلاق صوفیہ کا بیان (ص ۱۲۰-۱۴۵)

(۳۱) فی ذکر الادب و مکانہ من التصوف (ص ۱۴۵-۱۴۷)

(۳۲) فی آداب الحضرۃ الالہیۃ لاہل القرب، (ص ۱۴۷-۱۵۰)

جلد اول، باب سی و دوم پر ختم ہوتی ہے، باب سی وسوم سے جلد ثانی کا آغاز ہوتا ہے،

(۳۳ تا ۳۵) مقدمات طہارت، وضو، و اسرار وضو کا بیان (ص ۲-۸)

(۳۶ تا ۳۸) نماز اور اوس کے فضائل، آداب و اسرار کا بیان (ص ۸-۲۲)

(۳۹ تا ۴۱) روزہ، اور اوس کے فضائل و اسرار کا بیان (ص ۲۳-۲۷)

(۴۲ و ۴۳) طعام، اوس کے مفاسد و مصالح، اور آداب کا بیان (ص ۲۷-۳۲)

(۴۴) آداب و لباس پر (ص ۳۳-۳۷)

(۴۵) فضائل شب بیداری پر (ص ۳۷-۳۹)

(۴۶) ان اسباب و حالات کے بیان ہین، جو شب بیداری مین معین ہوتے ہین (ص ۳۹-۴۱)

(۴۷) فی ادب الانتباہ من النوم والعمل باللیل۔ (ص ۴۱-۴۵)

(۴۸) عبادات شب کی تقسیم مین، (ص ۴۵-۴۷)

(۴۹) فی استقبال النہار والادب فیہ والعمل (ص ۴۷-۵۲)

(۵۰) عبادات روزہ کی تقسیم مین، (ص ۵۲-۵۹)

(۵۱) فرائض و آداب مریدین (ص ۵۹-۶۵)

مثل دیگر قدما صوفیہ کے شیخ سہروردیؒ بھی کتاب اللہ وکتاب رسولؐ پر پورا پورا عبور رکھتے تھے، علوم قرآن کے عالم متبحر اور فن حدیث کے پورے ماہر تھے، جو کچھ لکھتے ہین اوس کی ایک ایک سطر پر کتاب اللہ واقوال رسولؐ خدا سے استناد کرتے جاتے ہین، یہان تک کہ جو ابواب اصولی وتعلیمی حیثیت رکھتے ہین، تقریبًا اون سب کا آغاز بجائے زید، عمر، بکر کے اقوال کے قول خدا یا قول رسولؐ ہی سے کرتے ہین، چند مثالین قابل ملاحظہ ہین باب (۴۸) تقسیم قیام اللیل پر ہے اس کا عنوان اس آیۂ کریمہ کو بنایا ہی، والذین یبیتون لربھم سجدًا وقیامًا،

باب (۴) شرح حال صوفیہ پر ہے، اس کا آغاز اس ارشاد نبوی سے ہوتا ہے قال انس بن مالک قال لی رسول اللہ صلعم یا بنی ان قدرت ان تصبح وتمسی ولیس فی قلبک غش لاحد فافعل ثم قال یا بنی وذلک من سنتی ومن احیی سنتی فقد احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنۃ،

باب (۵۴) ادائے حقوق صحبت واخوت پر ہے، آیات ذیل اس عنوان کو زینت دے رہی ہین، وتعاونوا علی البر والتقوی، وتواصوا بالحق وتواصوا بالمرحمۃ اشداء علی الکفار رحماء بینهم،

باب (۶۰) مقامات مشائخ پر ہے جس میں عنوانات ورع، خوف، رجا کا آغاز علی الترتیب احادیث ذیل سے کرتے ہین، ملاک دینکم الورع، راس الحکمۃ مخافۃ اللہ قال رسول اللہ صلعم یقول اللہ عز وجل اخرجوا من النار من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان ثم یقول وعزتی وجلالی لا اجعل من آمن بی ساعۃ من لیل او نہار مع من لا یومن بی

باب (۳۳) مقدمات وآداب طہارت پر ہے اس باب کا سرنامہ ذیل کی آیۂ شریفہ کو بناتے ہین، فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین،

آج ایک عام خیال پیدا ہوا ہے، کہ تصوف، اسلام سے الگ، ایک مستقل نظام مذہبی کا نام ہے اور نہ صرف ہندوستان کے جاہل مشائخ، بلکہ یورپ کے بعض فضلاء مستشرقین بھی اسی غلط فہمی مین مبتلا نظر آتے ہین، ان کا بیان ہے کہ تصوف، ہندوستان، یونان، مصر، ایران کے روحانی اثرات کے مجموعہ کا نام ہے، جس مین بعد کو اسلامیت کے عناصر بھی مخلوط کر دیئے گئے، حالانکہ یہ خیال تمامتر غلط ہے، جیسا کہ اس رسالہ کے دیگر ابواب مین کتاب اللمع کشف المحجوب، رسالہ قشیریہ، فتوح الغیب وغیرہ کے اقتباسات سے دکھایا جا چکا ہے

اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تصوف اپنی اصلی و خالص و سادہ اور بے آمیز صورت میں اسلام کی کامل ترین صورت کے مرادف ہے، بیرونی عناصر کا امتزاج صرف اس وقت شروع ہوا جب تصوف دور انحطاط مین آچکا تھا،

شیخ سہروردی بھی اس باب مین دیگر اکابر طریقت کے ہمزبان ہین، اون کے نزدیک تصفیۂ قلوب و تزکیۂ نفوس براہ راست تعلیمات مصطفوی کا ثمرہ ہے، اور جو شخص اس سرچشمۂ ہدایت و رشد سے جتنا زیادہ سیراب ہوا، اسی مناسبت سے صفائے قلب و تزکیۂ نفس مین بھی اس نے زیادہ ممتاز مرتبہ حاصل کیا، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث،[1] اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم الفرائض و علم الکلام معانی و بیان، لغت و نحو، غرض وہ تمام علوم جو فہم شریعت مین کام آتے ہین، سب کے سب ضد تصوف نہین بلکہ مقدمات تصوف و مبادی طریقت ہین،[2] خلقت کی اصل، ذات رسالت مآب[3] ہے، ساری کائنات اسی کے طفیل مین ہے، اور یہی ذات اقدس دنیا مین علم و ہدایت لیکر آئی، پس جو شخص اپنی پاکیزہ طینتی کے باعث جتنا زیادہ اس جوہر گرامی سے قرب و مناسبت رکھتا ہے اسی قدر وہ علم و ہدایت سے زیادہ بہرور ہوتا، اور دوسرون کے لئے باعث ہدایت بنتا ہے یہی گروہ گروہ صوفیہ اور بہ اصطلاح قرآن گروہ مقربین کہلاتا ہے،

کلام الٰہی مین ارشاد ہوتا ہے کہ،

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللّٰہ واولئک ھم اولوا الالباب (زمر ع۲)

اے پیمبر ہمارے ان بندون کو مژدہ پہنچا دو جو ہمارے کلام کو حسن استماع کے ساتھ سنتے اور اوسکی اچھی باتون پر چلتے ہین، یہی لوگ ہین جنھین خدا نے

---

[1] عوارف صفحہ ۷، (مطبوعہ مصر) [2] ایضاً صفحہ ۸، [3] ایضاً صفحہ ۹-۱۰،

" " " " " " ہدایت دی ہے، اور جو صاحب عقل سلیم ہین،

گویا ہدایت کا اصل راز حسن استماع ہے، پھر صوفیہ کا عقیدہ ہے کہ آیۂ بالا مین جس شے کو "لُبّ" یا دانش سے تعبیر کیا ہے، اس کے کل سنو حصہ ہین، جن مین سے ننانوے حضرت رسالت پناہؐ کے حصہ مین آگئے، باقی ایک حصہ تمام کائنات کے مومنین پر تقسیم ہوا ہے، یہ جزو بجائے خود اکہتر اجزاء پر مشتمل ہے، ایک جزو سب مومنین مین برابر مشترک ہے، یعنی کلمہ شہادت، باقی ستر حصون مین مومنین بہ لحاظ اپنی قوت ایمانی کے ایک دوسرے سے برتر و فروتر ہین، آیۂ بالا مین "احسن القول" جس شے سے عبارت ہے وہ رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا، پس جو شخص اس کے اتباع اور اس کے حسن استماع مین جتنا غلو رکھے گا اسی قدر وہ صفت تقرب سے زیادہ موصوف ہوگا، اور اسی صفت رکھنے والے کا نام صوفی ہے[1]،

اور یہ جو کلام مجید مین ارشاد ہوا ہے کہ اے ایمان والو!

یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للّٰہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم، (انفال ع ۳)

خدا اور رسولؐ کی اس دعوت کو بہ گوش ہوش قبول کرو، جب رسول خدا تمھین اس امر کی جانب دعوت دیتے ہین، جو تم مین نئی روح پھونکتا ہے،

سو شیخ واسطی رحمہ نے اس کی شرح مین لکھا ہے، کہ زندگی سے مراد یہ ہے، کہ انسان اپنے مین تمام علائق سے لفظاً و عملاً ہر طرح آزاد کرلے اور بعض صوفیہ اس کی تفسیر مین کہتے ہین، کہ خدا کی دعوت قبول کرو،

استجیبوا للّٰہ باسرائرکم و للرسول بظواہرکم حیاۃ النفوس بمتابعۃ الرسول صلعم وحیاۃ

اپنی اندرونی کیفیات سے، اور رسول کی دعوت قبول کرو اپنے ظاہری اعمال سے، اسلئے کہ حیات

---

[1] عوارف صفحہ ۳۱ (مطبوعہ مصر)

وحیات القلوب بمشاهدۃ الغیوب[1] — نفس عبارت ہے متابعت رسولؐ سے اور حیات قلوب
وھوالحیاء من اللہ تعالیٰ بروئیۃ التقصیر — مشاہدۂ غیب سے جس کے معنی یہ ہین، کہ گناہ کے موقعہ
" " " " " " " — مین حق تعالیٰ سے شرم کیجائے[1]

ان مقدمات سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا تھا، اور وہی شیخؒ نے نکالا ہے، یعنی یہ کہ تصوف نام ہی، قولاً، فعلاً، حالاً، ہر حیثیت سے اتباع رسولؐ کا، اور اسی پر مداومت رکھنے سے جب اہل تصوف کے نفوس مقدس ہوجاتے ہین، حجابات اٹھ جاتے ہین، اور ہر شے مین اتباع رسولؐ ہونے لگتا ہے، تو اس صورت مین ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت لازم آجاتی ہی، اسلئے کہ وعدۂ الٰہی موجود ہی کہ " اے پیغمبر کہہ دو،

قُل ان کُنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم — کہ اگر خدا کو دوست رکھتے ہو، تو میری متابعت کرو، خدا
اللہ، — تم سے محبت کرنے لگیگا،

متابعت رسول عین محبت الٰہی کی علامت ہی، اور اتباع رسولؐ کا صلہ ہی محبت الٰہی قرار دیا گیا ہے، پس جو شخص جتنا زاید متبع رسول ہی، اسی قدر

فاوفر الناس حظا من متابعۃ الرسول[2] — زاید وہ محبت الٰہی کا بھی حصہ دار ہے، اور تمامی اسلامی
اوفرھم حظا من محبۃ اللہ تعالیٰ والقوم فیہ — گروہون مین صوفیہ ہی نے سب سے زیادہ اتباع رسول
من بین طوائف الاسلام ظفروا بحسن — کیا ہے[3]،
المتابعۃ " " " " " " "

اعمال نبویؐ مین بہ لحاظ کثرت عبادات، وقیام تہجد، نوافل صوم وصلوٰۃ اور اخلاق و اقوال نبویؐ مین بہ لحاظ عفو وحلم، رافت ورحمت، حیات وتواضع، مدارات ونصیحت، اور

[1] عوارف صفحہ ۳، [2] ایضاً صفحہ ۲۷، [3] ایضاً

احوال نبوئی مین بلحاظ زہد و توکل، صبر و رضا خشیت و ہیبت سب سے زیادہ گروہ صوفیہ ہی نے حق اتباع سنت نبوی ادا کیا ہی، گویا گروہ صوفیہ نام ہی اُسی گروہ کا جس نے

فاستق فی جمیع اقسام المتابعات و — ہر قسم کی متابعت کا حق ادا کر دیا، اور سنت

احیا سنتہ باقصی الغایات — رسول کو انتہائی درجہ تک زندہ کر دیا،[1]

پس یہی گروہ صوفیہ صافیہ درحقیقت اِس بشارت عظمیٰ کا بھی اہل ہی، جو حدیث نبوی مین وارد ہوئی ہی، کہ

من احیا سنتی احیانی ومن احیانی کان — جس نے میری سنت کو زندہ کیا، اُس نے گویا مجھے

معی فی الجنۃ — زندہ کیا، وہ میرے ہمراہ جنت مین ہوگا،

صوفیہ قدیم کے ایک مُسلّم سرخیل شیخ عبد الواحد بن زیدؒ سے لوگون نے صوفی کی تعریف دریافت کی، تو اونھون نے کہا کہ صوفی وہ لوگ ہوتے ہین جو

قال القائمون بعقولهم علی فهم السنۃ — اپنی عقل کو سنت رسولؐ پر صرف کرتے ہین اور

والعاکفون علیها بقلوبهم والمعتصمون — اپنے قلوب کو اس پر متوجہ رکھتے ہین، اور اپنے نفس

بسیدهم من شر نفوسهم هم الصوفیہ — کی خباثتون سے اپنے سردار (رسول اللہ صلعم)

" " " " " — کے دامن مین پناہ لیتے ہین، ان لوگون پر صوفی کا

اطلاق ہوتا ہی،

شیخ سہروردیؒ اِس تعریف کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہین، کہ

هذا وصف تام وصفهم به — یہ ان کی بہترین تعریف ہی جو کی گئی،[2]

آج سوال صرف اتنا ہی کہ مشائخ وصوفیہ حال کی اکثریت پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہی؟

[1] عوارف صفحہ ۴۲ (مطبوعہ مصر)، [2] ایضاً

اور جو مدعیانِ فقر و طریقت، اتباعِ سنت و شریعت کو اپنے مرتبہ سے فروتر قرار دیتے ہین ان پر لفظ "صوفیہ" کا اطلاق کسی حد تک بھی درست ہو سکتا ہی؟

آج کسی انسان کے پیر و مرشد بننے کے لیئے صرف یہ وصف کافی سمجھا جاتا ہے کہ وہ کسی بزرگ کی درگاہ کا "صاحب سجادہ" یا "پیرزادہ" یعنی کسی بزرگ کی اولاد ہو، لیکن قدمار ان اصطلاحات اور اون کے مفہوم سے یکسر بیگانہ تھے، ان حضرات کے نزدیک مرتبۂ مشیخت طریق تصوف مین اعلیٰ ترین

مراتب سے ہی، اور شیخ دعوت الی اللہ مین گویا	در تبۃ المشیخۃ من اعلی المراتب فی طریق الصوفیۃ
نیابت نبوت کے منصب پر فائز ہوتا ہے،	و نیابۃ النبوۃ فی الدعاء الی اللہ[1] ،

استحقاق کا معیار بجائے نسبتی و نسبی قرابت کے، پیروی راہ حق و اتباعِ مسلک خیر تھا، شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ اکثر ارشاد فرماتے تھے کہ

میرا فرزند وہی ہی، جو میرے طریقہ پر چلا اور جس نے	و کثیرا کان شیخنا شیخ الاسلام ابو النجیب
میری راہ ہدایت اختیار کی،	یقول ولدی من سلک طریقی واھتدی

بھدیی[2]

شیخ کے مرتبۂ کمال کا معیار بھی وہی اتباع و اقتداء رسول ہی، اگر شیخ کی نسبتِ اقتدار و اتباع درست ہی، تو حسب نص قرآنی، وہ خدا کی نظر مین محبوب ہوگا،

موجودہ صوفیہ مین بعض بزرگوار اپنے تئین طریقۂ ملامتی، وقلندری کا متبع بتاتے ہین، تکالیف شرعی کو اپنے سے ساقط سمجھتے ہین، اور علانیہ اپنے وضع و لباس، اکل و شرب ترک فرائض و ارتکاب منہیات سے احکام شریعت کا استخفاف کرتے رہتے ہین اور

---

[1] عوارف، صفحہ ۴۷ [2] ایضاً صفحہ ۴۷،

اُسے فخر کے ساتھ اپنے کمالِ روحانیت کی دلیل سمجھتے ہین،

ملامتیہ و قلندریہ کا وجود شیخؒ کے زمانہ مین بھی تھا، وہ نفس طریق ملامتی کی عظمت کے پوری طرح قائل ہین، اور بجائے خود طریق ملامتی کو فقر و تصوف، صدق و اخلاص، کے بلند مرتبہ پر رکھتے اور اوس کو متمسک بہ آثار و سنن قرار دیتے ہین، (انھمال تشریف مقام عزیز و تمسک بالسنن وانشاد تحقیق بالاحکام ص۱۳) انکے نقطۂ خیال کی پوری توضیح ملا جامیؒ نے نفحات الانس مین کی ہے، فرماتے ہین[1]:-

"ملامتیہ، جماعتے باشند کہ در رعایت معنی اخلاص و محافظت قاعدۂ صدق و اختصاص غایت جہد مبذول دارند، و در اخفای طاعات و کتم خیرات از نظر خلق مبالغت واجب دانند باآنکہ ہیچ دقیقہ از صوالح اعمال مہمل نہ گذارند و تمسک بہ جمیع فرائض و نوافل از لوازم شمرند، و مشرب ایشان در کل اوقات تحقیق معنی اخلاص بود۔ و لذت شان در فقر و نظر حق بہ اعمال و احوال ایشان۔ و ہمچنان کہ عاصی از ظہور معصیت پر حذر بود، ایشان از ظہور طاعت کہ مظنۂ ریا باشد حذر کنند، تا قاعدۂ اخلاص خلل نہ پذیرد"

یہ اُن لوگون کی کیفیت ہوتی ہے، جو فی الواقع مسلک ملامتیہ کے سالک ہوتے ہین، لیکن ریاکارون کا ایک گروہ، آج سے نہین، شیخ ہی کے زمانہ سے موجود رہا ہے، جس کو تصوف، فقر، و روحانیت سے کوئی واسطہ نہین، بااینہمہ

فمن ذلک قوم یسمون نفسہم قلندریۃ تارۃ و ملامتیۃ اخری (ص۴۱)

وہ کبھی اپنے تئین ملامتیہ کہتے ہین، اور کبھی قلندریہ مشہور کرتے ہین،

اس کے بعد ملامتیہ و قلندریہ و صوفیہ کے درمیان اصولی فرق بیان کرکے، شیخ اس ریا کار گروہ کے متعلق فرماتے ہین، کہ گمراہون کے ایک گروہ نے اپنے تئین،

[1] نفحات الانس، جامی، صفحہ ۹۰ (مطبوعہ کلکتہ)

وقوم من المفتونين سموا انفسهم ملامتيه
ولبسوا لبسة الصوفية لينسبوا بها الى الصوفية
وما هم من الصوفية بشيئ بل هم في غرور
وغلط يتسترون بلبسة الصوفية توقيا
تارة ودعوى اخرى وينتهجون مناهج اهل
الاباحة ويزعمون ان ضمايرهم خلصت الى
الله تعالى ويقولون هذا هو الظفر بالمراد والارتسام
بمراسم الشريعة رتبة العوام والقاصرين
الافهام المنحصرين في مضيق الاقتداء تقليدا
وهذا هو عين الالحاد والزندقة والابعاد
وجهل هؤلاء المغرورون ان الشريعة حق
العبودية والحقيقة هي حقيقة العبودية
ومن صار من اهل الحقيقة تقيد بحقوق العبودية
وحقيقة العبودية [1]

ملامتیہ مشہور کر رکھا ہی، اور لباس صوفیہ پہن رکھا ہے
تاکہ اُس کا شمار صوفیہ مین ہو، حالانکہ انھین صوفیہ
سے کوئی لگاؤ نہین، بلکہ یہ لوگ دھوکے اور گمراہی
مین پڑے ہوئے ہین، اور صوفیہ کا لباس کبھی
اپنے بچاؤ کے لئے اور کبھی کبھی اور دعوی کے ساتھ
پہنتے ہین، اور اہل اباحت کی راہ چلتے ہین، اِس
زعم کے ساتھ کہ اون کے ضمائر خدا کی جانب خالص
و راجع ہوگئے ہین، اور کہتے ہین، کہ یہی کامیابی مقصود
ہی، اور یہ کہ شریعت کی پابندیان عوام کے لئے ہین
جنکی عقلین قاصر ہین، اور جو تقلیداً اقتدا کے پھندے
مین پھنسے ہوئے ہین، یہ عین الحاد، زندقہ، وابعاد
ہی، یہ فریب خوردہ گروہ اِس حقیقت سے جاہل ہی،
کہ شریعت نام ہی حق عبودیت کا، اور حقیقت عبودیت
ہی، اور جو شخص اہل حقیقت سے ہوگا، وہ حق عبودیت
اور حقیقت عبودیت مین مقید ہوگا،

ایسے ہی لوگون کے بابت حضرت عمر فاروق رض کا یہ قول فیصل موجود ہی، کہ

ان اناسا كانوا يؤخذون بالوحي على عهد
رسول الله صلعم وان الوحي قد انقطع وانما

عہدِ رسالت پناہ مین لوگون سے بر بنائے احکام وحی
مواخذہ کیا جاتا تھا، سلسلۂ وحی موقوف ہوگیا،

[1] عوارف صفحہ ۴۲،

خذ کم الآن بما ظهر من اعمالکم فمن اظهر لنا	اب ہم تم سے مواخذہ تمہارے اعمال کی بنا پر کرینگے،
خیراً امناه وقربناه ولیس الینا من سریرة	پس جس کے اعمال خیر ہم پر ظاہر ہون گے، ہم
شئ الله تعالیٰ یحاسبه فی سریرة ومن	اُسے قبول کرینگے، اور اُس سے قربت کرینگے، ہمین
اظهر لنا سوی ذلك لم نامنه وان	اس کے باطن سے کچھ غرض نہین، اس کے باطن کا
قال سریرتی حسنة،	محاسبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے البتہ اگر اُس کے
// // // //	اعمال دوسری صورت (یعنی صورت مذموم) مین
// // // //	ہمارے سامنے ظاہر ہوئے تو ہم اُسے قبول نہین
// // // //	کرنے کے، خواہ وہ کہتا رہے کہ میرا باطن آراستہ ہی،

فاروق اعظمؓ ہی کا ایک دوسرا ارشاد بھی ہماری رہبری کے لئے موجود ہی،

فاذا رأینا منها ونا بحدود الشرع مهملاً	جب ہم ایسے شخص کو دیکھینگے، جو حدود شرع کا استخفاف
للصلوٰة المفروضات، لا یعتد بحلاوة	کرتا ہی، نماز فرض کو چھوڑے ہوئے ہی، تلاوت کلام مجید
التلاوة والصوم والصلوٰة ویدخل فی المداخل	اور روزہ نماز سے حلاوت نہین پاتا، اور حرام و مکروہ
المکروهة المحرمة زدة ولا نقبله ولا نقبل	مقامات مین در آتا ہی، تو ہم اُس سے انکار کرینگے،
دعواه ان له سریرة صالحةً	اور نہ اُسے قبول کرینگے، اور نہ اُس کے اِس دعوی کو
// // // //	کہ وہ باطن صالح رکھتا ہی،

سید الطایفہ، مرشد مرشدان عظام، شیخ مشائخ کرام، حضرت جنید بغدادیؒ ایک مرتبہ معرفت الٰہی پر گفتگو فرما رہے تھے، ایک شخص نے پوچھا کہ "اہل معرفت ترک اعمال صالحہ کے مقام تک بھی پہنچ جاتے ہین" حضرت جنیدؒ، اِس قول کو سنکر جس قدر برہم ہوئے، اُس کا اندازہ اُنکے مندرجہ ذیل جواب سے ہو سکتا ہی:-

ان هذا قول قوم تكلموا باسقاط الاعمال وهذا عندي عظيمة والذي يسرق ويزني احسن حالا من الذي يقول هذا وان العارفين بالله اخذوا الاعمال عن الله واليه يرجعون فيها ولو بقيت الف عام لم انقص من اعمال البر ذرة الا ان تحال بي دونها، وانها لاكد في معرفتي واقوى لحالي،

یہ قول اُس گروہ کا ہے، جو ترکِ اعمال کا قائل ہے، یہ میرے نزدیک بہت بڑی بات بیباکی کی ہے ایسی، کہ میرے نزدیک چوری کرنا، اور زنا کرنا اس سے بہتر ہے کہ ایسا قول اختیار کیا جائے، عارفین باللہ نے اپنے اعمال خدا سے حاصل کئے ہیں اور انہیں اعمال کے ساتھ وہ اُس کی جانب واپس ہونگے، میری عمر اگر ایک ہزار سال کی ہو تو میں ان اعمال خیر سے ایک ذرہ کم نہ کروں، بجز اس کے کہ میرا کوئی حایل ہو جائے اور یہ اعمال تو میری معرفت کیلئے موکد، اور میرے حال کے لیے موجب تقویت ہیں،

سالکانِ طریقت کے لیئے اگر حضرت فاروق اعظمؓ حضرت جنیدؒ اور حضرت شیخ سہروردیؒ بانیٔ سلسلۂ سہروردیہؒ کے اقوال سے زیادہ مستند و قوی کسی اور کا قول ہو سکتا ہے، تو دنیا کو ہنوز اس کا علم نہیں۔

باب (۶)

منطق الطیر

(شیخ فریدالدین عطارؒ)

ابتک جن تصانیف سے تعارف ہوا، سب نثر کی تھین، لیکن قدماہی کے دور آخر مین معارف ایمانی وحقائق روحانی کو نظم مین اداکرنے کی بنیاد پڑچکی تھی، جسے متوسطین نے معراج کمال پر پہونچایا، سنائی، مغربی، عراقی، نظامی، سلطان ابوسعید، خسرو، جامی، یہ سب نثر سے کہین زیادہ آزادی وبے تکلفی کے ساتھ نظم مین اسرار ومعارف کو بیان کرتے ہین، اور مولانای رومی نے توزبان شعر کو الہامی بنادیا، شیخ فریدالدین عطار بھی اسی جماعت کے ایک مقتدر رکن اور دور قدما، کی آخری یادگار ہین، دیکھنا یہ ہی، کہ یہ رندسرمست جب میکدۂ شعر مین قدم رکھتا ہی، تو جبّہ ودستار کا احترام کس حد تک ملحوظ رکھتا ہی،

(۱) مصنف

اسم مبارک محمد بن ابی بکر ابراہیم ہی، کنیت ابوحامد یا ابوطالب، لقب فریدالدین تخلص عطار، عام زبانون پر اسم مشہور فریدالدین عطار ہی،

ولادت مضافات نیشاپور مین ہوئی تھی، مزار بھی وہین ہی، سنہ ولادت غالباً ۵۱۳ھ ہجری ہی، سال وفات مین بہت اختلافات ہین، ہین نفحات الانس کی روایت کو ترجیح دیتا ہون

یعنی ۶۲۷ سنہ ہجری۔ عمر کے بہت طویل ہونے پر سب تذکرہ متفق ہین، سببِ وفات بھی سب کو مسلم ہی، یعنی تاتاریون کے ہاتھ سے جامِ شہادت نوش فرمایا،

ابتدا مین ایک بہت بڑے کارخانۂ ادویہ کے مالک تھے، ایک روز اپنے کاروبار مین مصروف تھے کہ ایک فقیر نے آکر صدا لگائی کہ خدا کے نام پر کچھ دلاؤ، یہ مخاطب نہ ہوئے، اوس نے کئی بار صدا لگائی، یہ اس قدر منہمک تھے کہ جواب تک دینے کی فرصت نہ پائی، اوس نے کہا "مشغولیت کا یہ حال ہی جان کیسے دوگے"؟ اُنھون نے جھنجھلا کر کہا "جیسے تم دوگے"، فقیر نے کہا "بھلا میری طرح کیا دوگے" یہ کہا اور سر کے نیچے کاسۂ گدائی رکھکر لیٹ گیا، اور زبان سے لا الہ الا اللہ کہا، معًا روح پرواز کر گئی، شیخ کے قلب پر اِس واقعہ کا سخت اثر پڑا، کارخانہ کھڑے کھڑے لُٹا دیا اور خود اُسی وقت سے درویشی اختیار کر لی[1]،

پہلے شیخ رکن الدین آکاف کی خدمت مین کئی سال بسر کئے، پھر سفر و زیارت بیت اللہ کو نکلے اور بہت سے مشائخ کی خدمت مین رہے، بالآخر شیخ مجد الدین بغدادیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آگے چلکر سلوک و عرفان کے وہ مراتب طے کئے کہ خود اپنے مرشد کے لئے باعث فخر ہوئے،

شہادت کا واقعہ تذکرون مین یون درج ہی کہ تاتاریون کے عین ہنگامہ مین ایک سپاہی نے شیخ کو اسیر کیا، اتنے مین ایک راہ گیر نے کہا کہ "اِس پیر مرد کو قتل نہ کرو، دس ہزار اشرفیان معاوضہ لیکر میرے حوالہ کردو"، شیخ نے کہا "خبردار، اتنے پر مجھے فروخت نہ کرنا، مین اِس سے کہین زیادہ قیمت رکھتا ہون"، آگے بڑھکر ایک اور شخص ملا اوس نے کہا کہ "اِس پیر مرد کو مجھے دے ڈالو، مین ایک گٹھا گھاس کا اس کے معاوضہ مین دیتا ہون"، شیخ نے کہا

---

[1] نفحات الانس ص ۶۹ (کلکتہ) و تذکرہ ہفت اقلیم امین رازی وغیرہ،

"ہان دے ڈال کہ میری قیمت اس سے بھی کم ہے" تاتاری سپاہی سمجھا کہ حضرت شیخ اس سے دل لگی کر رہے ہین، غصہ مین آکر دہین سر تن سے جدا کر دیا[1]،

جلالت مرتبہ کے اندازہ کیلئے یہ حقیقت کافی سے زائد ہے کہ مولانائے رومؒ متعدد مقامات پر شیخ فریدالدین کا نام بہ حیثیت اپنے مقتدا و پیشوا کے لیتے ہین، اور انکی عظمت کا بار بار اعتراف کرتے ہین، ایک جگہ فرماتے ہین ؎

گر دعطار گشت مولانا شربت از دست شمس بود نوش

ایک اور موقع پر ؎ عطار روح بود و سنائی دو چشم او ما در پس سنائی و عطار آمدیم

ایک اور موقع پر اعتراف کمال انتہائی عقیدت کے ساتھ ہے،

ہفت شہر عشق را عطار گشت ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

اسی تعظیم و احترام کے ساتھ مثنوی مین بھی جا بجا نام لیا ہے اور انکے اشعار کو اپنے کلام مین ضم کیا ہے، ملا جامیؒ مولانا رومی کا یہ مقولہ بھی نقل کرتے ہین کہ نور منصور نے ڈیڑھ سو برس کے بعد شیخ عطار پر تجلی کی اور انکا مربی ہوا[2]، جامی خود اپنی رائے کا ان الفاظ مین اظہار کرتے ہین:-

"و آن قدر اسرار توحید و حقائق اذواق و مواجید کہ در مثنویات و غزلیات وی اندراج یافتہ در سخنان ہیچ یک ازین طائفہ یافت نمی شود جزاہ اللہ سبحانہ عن الطالبین المشتاقین خیر الجزاء[3]"،

تصانیف نظم و نثر بہت کثرت سے ہین بعض روایات کے مطابق انکی روایت سور قرآنی کے ہم عدد یعنی ۱۱۴ ہے، قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین یہی روایت اختیار کی ہے جیسا کہ اشعار ذیل سے واضح ہوگا

ہمان خریطہ کش دارو سے فنا عطار کہ نظم او ست شفا بخش عاشقان حزین

مقابل عدد سورہ کلام نوشت سفینہا سے عزیز دکتابہائے گزین

---

[1] تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی و مفتاح التواریخ وغیرہ، [2] نفحات صفحہ ۶۹۸،

اس روایت کی صحت کا علم تو عالم مطلق ہی کو ہی، زیادہ مشہور و معتبر کتابوں کے نام حسب ذیل ہین :۔

(۱) تذکرۃ الاولیا (نثر مین قدماے صوفیہ کا مفصل تذکرہ) (۲) منطق الطیر (۳) مصیبت نامہ،
(۴) اسرار نامہ (۵) بیسر نامہ (۶) الٰہی نامہ (۷) دیوان،
(۸) پند نامہ (۹) وصیت نامہ (۱۰) خسرو و گل (۱۱) شرح القلب

بعض ایسی کتابین بھی شیخ کی جانب منسوب کردی گئی ہین جو قطعاً جعلی ہین مثلاً لسان الغیب، جس کا نسخہ برٹش میوزیم (لنڈن) مین موجود ہے، اور جس کے بہت سے اشعار ایک شیعہ مقدمہ نویس نے مقدمۂ تذکرۃ الاولیا (مطبوعہ یورپ) مین حضرت شیخؒ کی شیعیت کے ثبوت مین پیش کیے ہین، شیخ کی ذات گرامی اس سے کہین ارفع ہی، کہ ان رکیک اتہامات کی تفصیلی تردید پر توجہ کی جائے،

مزاج مین خاکساری و فروتنی جس درجہ کی تھی اُس کا ثبوت تذکرۃ الاولیا کے دیباچہ کی ایک ایک سطر مین ملتا ہے، اپنے تئین سب سے زیادہ حقیر اور ناچیز سمجھتے تھے اور غالباً یہ خاکساری ہی کی مقبولیت کا ثمرہ ہی کہ آج ان کا نام سرآمد عارفان و سرتاج عاشقان کی حیثیت سے زندہ و روشن ہی،

(۲) تصنیف

تذکرۃ الاولیاء کے بعد حضرت عطارؒ کی مقبول ترین تصنیف یہی منطق الطیر ہی، اس کی سب سے بڑی کرامت یہ ہی کہ مولانای رومؒ کی مشہور و معروف مثنوی کا نقش اول یہی مثنوی ثابت ہوئی ہی، بعض تذکرون مین صراحت کے ساتھ یہ روایت درج ہی کہ شمس تبریز و صلاح الدین زرکوب کے انتقال کے بعد جب مولاناؒ کے التفات خاص کے مورد حسام الدین چلپی ہوئے، تو ایک بار انھون نے مولانا سے عرض کیا کہ "غزلیات کا

مجموعہ بہت ہو چکا، اب کچھ توجہ مثنوی پر ہو، اور شیخ عطارؒ کی منطق الطیر کی طرز پر کوئی مسلسل نظم ارشاد فرمائی جائے،، مولانا نے دستار سے ایک کاغذ نکال کر چلپی کو دیا جس مین مثنوی کے تیرہ[۱۸] ابتدائی اشعار، ع بشنو از نے چون حکایت می کند" سے لیکر ع "در نیابد حال پختہ ہیچ خام" تک لکھے ہوئے تھے، اور ارشاد فرمایا کہ "قبل اس کے کہ یہ فرمائش تمھاری زبان سے ادا ہو، اس کی تعمیل ہو گئی"

مثنوی و منطق الطیر کا وزن ایک ہی، موضوع ایک ہی، اور افسانون سے اخلاق و تصوف کے درس حاصل کرنے کا اسلوب ایک ہی، مولانا نے عطارؒ کے حق تقدم کو مثنوی مین جابجا تسلیم کیا ہی، اور اون کے متعدد اشعار کو اپنے کلام مین ضم کر کے پیش کیا ہی،

مضامین کتاب کی ترتیب یہ ہی کہ حمد و نعت و منقبت خلفائے اربعہ کے بعد اصل قصہ کا آغاز کیا ہی، اشخاص افسانہ بجائے انسانون کے چند پرندے فرض کئے ہین ہدہد، طوطی، مرغ، فاختہ، قمری، بلبل، باز وغیرہ، ایک روز یہ سب پرندے یکجا ہوتے ہین اور اپنا ایک بادشاہ منتخب کرنا چاہتے ہین، ہُدہُد سیمرغ کا نام پیش کرتا ہی، اس پر دوسرے پرند معترض ہوتے ہین، ہُدہُد ایک ایک کا اعتراض سنتا، اور الگ الگ سب کو جواب دیتا ہی، بالآخر اس پیامبر حق و عرفان (ہُدہُد) کی تفہیم و تبلیغ سے تمام طیور شاہ شاہان سیمرغ کے حلقۂ اطاعت و انقیاد مین آجاتے ہین، سوالات وہی ہین، جو عموماً ہر طالب و سالک کے دل مین پیدا ہوتے ہین، اور اون کے جوابات جادۂ سلوک و عرفان کے مختلف مقامات ہین، لفظ "منطق الطیر" کا ماخذ کلام کی آیۂ کریمہ وورث سلیمان داؤد وقال یا ایھا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء، (نمل۔ ع ۲) ہی، ہدہد چونکہ طیور سلیمانی مین لحاظ فہم و دانش مرتبہ بلند رکھتا تھا، شیخ نے طریقت کے حقائق و معارف اسی کی زبان سے ادا کرائے ہین،

حمد بہت مفصل لکھی ہی، سب سے زیادہ زور بندہ کی بیچارگی، بے علمی و درماندگی پر ہے ؎

عقل و جان و دین و دل در باختم ‌‌ تا کمالِ ذرۂ بشناختم

لب بدوز از عرش و از کرسی مپرس ‌ گرچہ یک ذرہ ہمی پرسی مپرس

عقل تو چون در سرِ موئے بہ سوخت ‌ ہر دو لب بایذ ز پرسیدن بدوخت

کس نداند کنہ یک ذرہ تمام ؂ ‌ چند گویم کس نداند و السلام

اسمارِ حکیم و لطیف کی تجلیات حیرت انگیز طریقون سے ظاہر ہوتی رہتی ہین، عقل بشری حوادثِ فطرت کو دیکھکر دنگ رہ جاتی ہی، انبیاء کرام تک کو عجیب و غریب حالات مین رکھا گیا ہے ؎

سوی کنہ خویش کس را راہ نیست ‌ ذرۂ از ذرۂ آگاہ نیست

در نگر اول کہ با آدمؑ چہ رفت ‌ عمرہا با او درین عالم چہ رفت

باز بنگر نوحؑ در غرقاب کار ؂ ‌ تا چہ برد از کافران سالِ ہزار

یعقوبؑ کی سرگردانی و گریہ و زاری، یوسفؑ کی غلامی و اسیری، ایوبؑ کی ستم کشی و برداشت مصائب، یہ چند نمونہ ہین، باقی تقریباً تمام انبیا کی زندگی طلسم ساز فطرت کی انھین کرشمہ نمائیون کا ایک مسلسل مظہر ہی، اور تو اور، حضرت سرور کائنات تک کی حیات طیبہ اسی قسم کے خوارق فطرت سے لبریز ہی ؎

عنکبوتے را بہ حکمت دام داد ؂ ‌ صدر عالم را درو آرام داد

معرفت باری کی صرف صورت یہ ہے، کہ انسان اپنی خودی کو اُس ہستی مطلق مین گم کر دے ؎

تو مباش اصلا کمال این ست و بس ‌ تو در و گم شو وصال این ست و بس

تو درو گم شو حلولے آن بود تا ہرچہ آن نبود فضولے آن بود

اُس تک پہونچنے کا طریقہ صرف یہ ہو کہ اپنی بے بسی وعجز کا کا اعتراف کیا جائے، بجائے خدا سے ڈرنے کے خود اپنے سے خوف کیا جائے، اور بارگاہ ارحم الراحمین مین بصد تضرّع و الحاح مناجات کی جائے، کہ وہ کفر و اسلام کے ظاہری قیود و رسوم کے بجائے اپنی درد و محبت کا ایک ہی ذرہ عنایت کر دے ؎

خلق ترسد از تو من ترسم ز خود کز تو نیکی دیدہ ام وز خویش بد

....

اے ز فضلت ناشدہ نومید کس حلقۂ داغِ توام جاوید بس

ہر کرا خوش نیست دل بر درد تو خوش مبا داز آنکہ نبود مرد تو

ذرہ دردم دہ ای درمان من زانکہ بے دردت بمیرد جان من

کفر کافر را و دین دیندار را ذرۂ دردت دلِ عطار را

نعت گوئی حضرت عطارؒ کا خاص جوہر ہو، ملا جامیؒ کی طرح وہ بھی اِس صنفِ سخن کے مالک ہین، ذوق و شوق ہر ہر لفظ سے ٹپکتا ہو، وابستگی دل کی ترجمانی ہر ہر مصرعہ سے ہو رہی ہو ؎

خواجۂ دنیا و دین گنج وفا صدر و بدر ہر دو عالم مصطفٰے

آفتابِ شرع و دریائے یقین نور عالم رحمۃ للعالمین

خواجۂ کونین سلطانِ ہمہ آفتابِ جان و ایمان ہمہ

پیشوای این جہان و آن جہان مقتدای آشکار او نہان

خواجۂ کز ہرچہ گویم بیش بود وز ہمہ چیز از ہمہ در پیش بود

ہمچو شبنم آمد از بحر وجود خلقِ عالم از طفیلش از وجود

آفرینش راجز او مقصود نیست | پاک دامن تر از و موجود نیست
عقل را در خلوتِ او راه نیست | علم نیز از وقت او آگاه نیست
چون پرِ دسیمرغ ذاتش آشکار | موسیٰؑ از وحشت پرِ د موسیچہ وار
رفت موسیٰؑ بر بساطِ آنجناب | خلع نعلین آمدش از حق خطاب
باز در معراج شمعِ ذو الجلال | می شنید آواز نعلینِ بلالؓ
موسیِ عمران چون آن دولت بدید | چاکرِ او را چنین قدرت بدید
گفت یارب امتِ او کن مرا | در طفیلِ همتِ او کن مرا

یہ تمام توصیف صیغۂ غائب مین تھی، اب جو معروضات براہ راست سرورِ عالمؐ کے حضور مین پیش کیے ہین، انکا بھی نمونہ ملاحظہ ہو ؎

خواجگیِ هر دو عالم تا ابد | کرد وقفِ احمدؐ مرسل احد
تا ابد شرعِ تو و احکام تست | همسرِ نامِ الٰهی نام تست
یا رسول اللہ بسے درمانده ام | باد بر کف خاک بر سر مانده ام
بیکسان راکس توئی در هر نفس | من ندارم در دو عالم جز تو کس
یک نظر سوئے منِ غمخواره کن | چارۂ کارِ منِ بیچاره کن
گرچه ضایع کرده ام عمر از گناه | توبه کردم عذرِ من از حق بخواه
گر زِ لَا تَامَنْ بود ترسے مرا | هست از لَا تَایْئَسُوا درسے مرا
اے شفاعت خواه مشتے تیره روز | لطف کن شمعِ شفاعت بر فروز
دیدهٔ جان را لقائے تو بس است | هر دو عالم را رضائے تو بس است

آگے چلکر خلفای اربعہ کے مناقب بیان کیے ہین، متاخرین کے بعض حلقون مین عطارؒ کو

شیعہ مشہور کرنے کی جو ناپاک کوشش کی گئی اور اس کے ثبوت مین جو لغو اشعار اون کی جانب منسوب کئے گئے، ذرا اِس کو پیش نظر رکھکر ذیل کی مدحِ صحابہ سننا، ابتداء "افضل البشر بعد از انبیاء" سے ہوتی ہے، ؎

خواجۂ اول کہ اول یار اوست ۔۔۔ ثانیِ اثنین اذ ہما فی الغار اوست
صدر دین صدیق اعظم قطبِ حق ۔۔۔ در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق
ہر چہ حق از بارگاہِ کبریا ۔۔۔ ریخت در صدر شریف مصطفےٰ
آن ہمہ در سینۂ صدیق ریخت ۔۔۔ لاجرم تا بود از و تحقیق ریخت

فاروق اعظم کی جلالت قدر کا اعتراف اِن الفاظ مین کیا ہے، ؎

خواجۂ شرع آفتابِ شرعِ دین ۔۔۔ ظل حق فاروق اعظم شمعِ دین
ختم کردہ عدل و انصافش بحق ۔۔۔ تا فراست بردہ بر جنش سبق
آنکہ دارد بر صراط اول گذر (مر) ۔۔۔ ہست او از قول پیغمبر عمر رضؓ

ذوالنورین رضؓ کی فضیلتِ مراتب پر روشنی ڈالنے کے لیئے اشعار ذیل کافی ہین ؎

خواجۂ سنت کہ نورِ مطلق است ۔۔۔ بل خداوند دو نور بر حق است
آنکہ غرقِ قدس فرقان آمدست ۔۔۔ صدر دین عثمان رضؓ عفان آمدست
رونقے کان عرصۂ کونین یافت ۔۔۔ از دلِ پُر نورِ ذوالنورین یافت
یوسفِ ثانی بہ قولِ مصطفےٰ (مر) ۔۔۔ بحرِ تقویٰ و حیا کانِ وفا

اہل سنت کا عقیدہ صحیح نامکمل رہ جائیگا اگر حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی درگاہ پر بھی عقیدت کے پھول نہ چڑھائے گئے ؎

خواجۂ حق پیشوائے راستین ۔۔۔ کوہِ حلم و بحرِ علم و قطبِ دین

ساقیِ کوثر امامِ رہنمائے	ابن عمِ مصطفےٰ شیرِ خدائے
مرتضیٰ و مجتبیٰ زوجِ بتول	خواجۂ معصوم داماد رسول
مقتدای دین بہ استحقاق اوست (ص ۱۲)	مفتی مطلق علی الاطلاق وست

اس کے بعد نہایت تفصیل کے ساتھ کئی اوراق اس موضوع کی نذر کیے ہین کہ جو لوگ خلفای ثلثہ سے تعصب رکھتے ہین، وہ خود جناب امیرؓ کی تعظیم کے بالکل مخالف بلکہ دشمن ہین اور اس قول کی تائید مین آپکی سیرت مبارک سے چند واقعات نقل کیے ہین (ص ۲۵-۳۲) ہدہد (پیمبر حق) جو تمام طیور کے جمع ہونے پر انھین سلطان مطلق کے زیر انقیاد آنے کی دعوت دیتا ہی اور مرتبہ سلطانی کے لیے سیمرغ کا نام پیش کرتا ہی، وہ اس سیمرغ کے اوصاف بھی بیان کرتا ہی، ان اوصاف پر نظر کرنے سے سمجھ مین آسکیگا کہ سیمرغ سے کس حقیقت عالیہ کا کنایہ ہی اور افسانہ کے پردہ مین کن معارف کی تعلیم ہو رہی ہی ؎

نام او سیمرغ سلطانِ طیور	او بہ ما نزدیک و ما زو دور دور
صد ہزاران پردہ دارد بیشتر	ہم ز نور و ہم ز ظلمت بیشتر
در دو عالم نیست کس را زہرہ	کو تواند یافت از وی بہرہ
دایما او پادشاہِ مطلق است	در کمالِ عز خود مستغرق است
نے بدو رہ نے شکیبائی ازوست	صد ہزاران خلق سودائی ازوست
ہیچ دانائے کمال او ندید (ص ۱۴)	ہیچ بینائے جمالِ او ندید

یعنی وہ سب کا بادشاہ ہم سے متصل ہی اور ہم اوس سے بیگانہ ہین، کائنات مین کسی کی اتنی مجال نہین کہ وہ اُس سے ہمسری کا دعویٰ کرسکے، وہ سب کا ازلی وابدی بادشاہ مطلق ہر وقت اپنے شان کمال مین غرق ہی، اِس غم مین ہزارہا مخلوق پریشان ہے،

کہ نہ اس تک پہونچنے کی راہ ملتی ہی، نہ تھک کر بیٹھا جاتا ہی، نہ کوئی عقل آج تک اس کے کمال کو پہونچ سکی ہی، نہ کوئی آنکھ اوس کے جمال سے مشرف ہو سکی

باقی ساری کتاب اسی حقیقت الحقایق، اسی ذات علی الاطلاق، اسی ہستی وراءالورا کی توصیف، اس تک رسائی کی تدابیر اور منازلِ سفر کی تفصیل کی نذر ہے، چند مضامین و مطالب بطور نمونہ درج کئے جاتے ہین، یہی انداز ساری کتاب کا ہی،

راہِ طلب و سلوک مین سب سے بڑا راہ زن نفس کا شوقِ جاہ و ترفع ہی، انسان اپنے اوپر سخت سے سخت تکالیف اُٹھالیتا ہی، بڑی بڑی ریاضتین گوارا کرتا ہی، شدید سے شدید مجاہدات اختیار کرتا ہی لیکن عموماً مقصود یہ ہوتا ہی کہ خلق مین عابد و زاہد مشہور ہو، لوگ عزت و تکریم سے پیش آئین اور دنیا اس کے تقدس کا چرچا کرے، حالانکہ اس راہ مین اِس سے بڑھ کر اور کوئی مانع ہو نہین سکتا، شبلیؒ ایک مرتبہ اپنے مقام سے غائب ہوگئے، لوگون نے بڑی تلاش کی، بالآخر مخنثون (ہیجڑون) کے ایک گروہ کے درمیان "چشم تر و خشک لب" ہوئے ملے، ایک شخص نے حیرت سے سوال کیا، آپ نے جواب دیا، کہ "جس طرح یہ گروہ نہ عورت ہی نہ مرد، اُسی طرح مین راہِ دین مین نہ مرد ہون نہ عورت، بد اعمالیون کی کثرت سے میری زندگی خود میرے لئے باعث شرم ہی" عارف کو اسی طرح اپنے تئین ذلیل و خوار رکھنا چاہیئے۔ ؎

ہمچو مردان ذُلِّ خود کن اختیار   کردہ بر استادگان عزت نثار

گر تو پیش آئی ز موئی در نظر   خویشتن را از بتے سازی بتر

مدح و ذمت گر تفاوت می کند   بت گرے باشد کہ او بت می کند

گر تو حق را بندۂ بتگر مباش   ور تو مردے ایزدی، آذر مباش

نیست ممکن درمیانِ خاص عام	از مقامِ بندگی برتر مقام
بندگی کن، بیش ازین دعوی مجوے	مردِ حق شو عزت از عزّٰی مجوئے
چون ترا صدبت بود در زیرِ دلق	چون نمائی خویش را صوفی بخلق
اے مخنث جامۂ مردان مدار	خویش را زین بیش سرگردان مدار[1]

ایک مرتبہ قاضی شہر کے پاس دو فریق اپنے مقدمہ کا تصفیہ کرانے کی غرض سے آئے اور دونون لباس صوفیانہ پہنے ہوئے تھے، قاضی نے اُنھین تنہائی مین لیجا کر بڑی غیرت دلائی کہ "جسم پر یہ لباس ترک و تسلیم، اور دل بدستور من و تو کے جھگڑون مین مبتلا، مین تو صفائی باطن کا دعوی نہین رکھتا، محض فصلِ خصومات کرتا رہتا ہون مگر مجھے ایسی حالت مین اس جامۂ فقر سے شرم آتی ہی، اس میدان مین آکر جذبات خودی کو برقرار رکھنا اپنے دین و دنیا دونون کو برباد کرنا ہی" ؎

در خصومت آمدند و در جفا	دو مرقع پوش در دارالقضا
قاضی ایشان را بکنجِ برد باز	گفت صوفی خوش نباشد جنگ باز
جامۂ تسلیم در بر کردہ اید	این خصومت از چہ در سر کردہ اید
گر شما ہستید اہلِ جنگ و کین	این لباس از تن بنیدازید ہین
ور شما این جامہ را اہل آمدید	در خصومت از سرِ جہل آمدید
منکہ قاضی ام نہ مردِ معنوی	زین مرقع شرم می دارم قوی
مرد را در فرقِ مقنع داشتن	بہ بود زینسان مرقع داشتن
گر بدعوی عزم این میدان کنی	سر وہی برباد ترکِ جان کنی[2]

[1] صفحہ ۱۰۱، [2] صفحہ ۱۰۲،

شقاوتِ نفس کی کوئی حد نہین، انسان کی نظر سے ہزار ہا درد انگیز و عبرت ناک واقعات گذرتے رہتے ہین پھر بھی اُسے عبرت یا نصیحت نہین حاصل ہوتی، ایک شخص نے ایک معمر گورکن سے سوال کیا کہ تیری عمر قبرون کے کھودنے مین گذری، یہ بتا کہ کیا کیا عجیب چیزین نظر آئین" جواب ملا کہ "سب سے عجیب شئے یہ دیکھی کہ ستر سال گورکنی کرتے ہوگئے، لیکن نفس سرکش ایک لمحہ کے لیئے بھی مردہ نہ ہوا" ؎

یافت مردے گورکن عمرے دراز — سایلش گفتا کہ چیزے گوئے باز

تا چہ عمرے گورکندی در مغاک — چہ عجائب دیدۂ در زیر خاک

گفت این دیدم عجائب حسب حال — کین سگِ نفسم ہمین ہفتاد سال

گور کردن دید و یک ساعت نہ مرد — یک زمان فرمان دیک ساعت نبرد[1]

سب سے زیادہ زور ترکِ علایق دنیوی پر دیا ہی، حُبِّ دنیا حیات ایمانی کے حق مین سم قاتل ہی ؎

حبِّ دنیا ذوقِ ایمانت ببرد — آرزویش پرتو جانت ببرد

چیست دنیا آشنائی حرص و آز — ماندہ از فرعون واز نمرود باز

کارِ دنیا چیست، بیکاری ہمہ — چیست بیکاری، گرفتاری ہمہ

ہست دنیا آتشِ افروختہ — ہر زمان خلقے دگر را سوختہ

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر استراحت فرما رہے تھے، کہ سر کے نیچے ایک چھوٹی سی اینٹ کا تکیہ لگائے ہوئے تھے، آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہین، کہ ابلیس قریب ہی کھڑا ہی، فرمایا "اے ملعون تیرا یہان کیا کام؟" اوس نے جواب دیا کہ "یہ اینٹ جس کا آپ

[1] صفحہ ۱۶۴،

قلبہ لگائے ہوئے ہین میری ملک ہی، ساری دنیا میری ہی ملک کا نام ہی، اور ظاہر ہے کہ یہ اینٹ بھی اسی سامان دنیوی کا ایک جزو ہی، آپ نے اِس کو اپنے کام مین لاکر از خود مجھ سے توسل پیدا کیا ہی" حضرت مسیحؑ نے یہ سنتے ہی اینٹ پھینک دی، اور دوبارہ بغرض استراحت لیٹ گئے، اُس وقت ابلیس بولا کہ "اب بیشک آپ آرام سے سوئیے، اب میرا کوئی کام یہان ٹھہرنے کا نہین رہا"[1]

کوئی صاحب ایک مرتبہ بعد نماز دعا مین مصروف تھے کہ "اے کارسازِ عالم میرے حال پر رحم کر" ایک دیوانے نے اون کی دعا کو سُن کر کہا کہ تم اور رحمت طلب کرتے ہو! درآنحالیکہ تمھاری کیفیت یہ ہی، کہ ہمہ وقت اپنی خود پرستیون مین مست رہتے ہو، مکان ہی تو عالیشان، در و دیوار ہین تو زرنگار، کام کاج کے لیئے غلامون کی تعداد کثیر کے محتاج، کنیزون کی ضرورت مستزاد، خود پرستی مین یہ انہماک و اہتمام، اور اوس پر نزولِ رحمت کی توقع و طلب! اگر واقعی رحمتِ باری کی تمنا ہی، تو پہلے اپنے کو اس کے غیر سے مستغنی و فارغ البال تو کرو، "وتبتل الیہ تبتیلا" ؎

تو ز نازِ خود نہ گنجی در جہان	می خرامی از تکبر ہر زمان
منظرے سر بر فلک افراشتہ	چار دیوارش بزر بنگاشتہ
دہ غلام و دہ کنیزک کردہ راست	رحمت آنجا کے بود بر گوئے راست
نیک بنگر تا تو با این جملہ کار	جائے رحمت داری آخر شرم دار
تا نہ گردانی ز ملک و مال روئے	یکنفس ننمایدت آن حال روئے
روئے اکنون می بہ گردان از ہمہ	تا شوی فارغ چون مردان از ہمہ[2]

[1] صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹، [2] صفحہ ۱۰۹،

مومن کو مایوس کبھی نہ ہونا چاہیئے، خواہ معاصی و ذنوب فوق الحد ہی ہون، یاس صرف کافرون کا حصہ ہے، فسق و معصیت کی خواہ کتنی ہی کثرت ہو، پھر بھی ارحم الراحمین کی رحمت اُس سے وسیع تر ہی، مومن کو چاہیئے کہ ہر حال مین اوس کی رحمت پر بھروسہ رکھے، اور اپنی طرف سے توبہ مین مشغول رہے، اِس مفہوم کو مختلف مقامات پر ادا کیا ہی، ایک جگہ فرماتے ہین

تو یقین می دان کہ صد عالم گناہ — از تفِ یک توبہ برخیزد زراہ
بحرِ احسان چون در آید موج زن — محو گرداند گناہ مرد و زن[1]

ایک اور موقع پر سے

گر نہ بودے مرد را توبہ قبول — کے بُدے ہرگز برائے او نزول
گر گنہ کردے درِ توبہ ست باز — توبہ کُن، کین در نہ خواہد شد فراز
گر بہ صدق آئی درین رہ یکدمے — صد فتوحت پیش آید ہر دمے

اصل شے خلوص و صدق نیت ہی، "قال" جو کچھ ہو، "حال" درست رہنا چاہیئے، یہان تک کہ اگر بت پرستی مین بھی صفائے نیت ہی تو عالم الغیب و الشہادہ کی بارگاہ مین اوس کی بھی قدر ہوگی، اور بالآخر بُت پرست کو راہِ ہدایت نصیب ہو کر رہیگی، شیخ فرماتے ہین کہ ایک شب کو جبرئیل اپنے مقام سدرۃ المنتہیٰ مین تھے کہ حضرت قدس سے لبیک کی آواز سنائی دی، سمجھے کہ کوئی خاص مقبول بندہ اِس وقت مصروفِ ذکر و عبادت ہی، اور اوسکی پزیرائی ہو رہی ہی، دل مین شوق پیدا ہوا، کہ اِس مقبولِ بارگاہ سے واقفیت پیدا کرنا چاہیئے۔ چشم زدن مین ہفت افلاک کا گشت لگا ڈالا، اُس کا پتہ نہ چلا، کرۂ ارض کی جانب رخ کیا اور صحرا و کوہستان کا چپہ چپہ چھان ڈالا، پھر بھی پتہ نہ چلا، اپنے مقام پر

[1] صفحہ ،،

واپس آئے۔ دیکھا کہ حضرت قدس سے صدائے لبیک برابر چلی آرہی ہی، تلاش از سرِ نو جاری کی، اور ساری کائنات کا ایک بار پھر جائزہ لیا، اب کی بار پھر ناکام رہے، اوس وقت عاجز آکر بارگاہ اعلیٰ مین التماس کی، حکم ہوا، کہ "ملک روم مین جاکر تلاش کرو"، یہان آئے تو کیا دیکھتے ہین، کہ ایک شخص ایک بت کے سامنے اوس کی عبادت کر رہا ہی، جبرئیل یہ ماجرا دیکھکر حیران رہ گئے اور عرض کی کہ پروردگار عالم، یہ کیا راز ہی، کہ ایک شخص صریحًا بت پرستی کر رہا ہی، اور اوس پر یہ رحمت ہو رہی ہی، جواب سنیئے ؎

حق تعالیٰ گفت ہست او دل سیاہ زان نہ می داند غلط کردست راہ

از نیازش خوش ہمی آید مرا زین نشان دادن ہمی باید مرا

گر زعجلت رہ غلط کرد آن سقط منکہ می دانم نہ کردم رہ غلط

ہم کنون راہش دہم تا پیش گاہ لطف او خواہد شد او را عذر خواہ[1]

یعنی ہم تو اُس کے خلوصِ قلب کو دیکھ رہے ہین، وہ اِس وقت گمراہ ہے تو کیا ہوا نیت تو اُس کی خالص ہی، اور اس کا انعام ہم ابھی یہ دیتے ہین کہ وہ راہِ ہدایت پر آیا جاتا ہی چنانچہ

این بگفت و راہ جانش بر گشاد در خدا گفتن زبانش بر گشاد

معًا اوس کا قلب روشن ہو گیا، چشم زدن مین مراتب کشود کار طے ہو گئے، اور مشرک و بت پرست بات کہتے موحد و خدا پرست ہو گیا۔

شیخ کے نظام عمل مین سب سے بلند و مقدم مرتبہ اتباعِ احکام الٰہی کا ہے، ایک مرغ (روح) کی زبان سے سوال ہوتا ہی، کہ "امتثال امر و فرمان یزدی کی بابتہ کیا ارشاد ہی؟ مجھے اختیار و انکار سے سروکار نہین، مین محض اتباعِ امر کرنا چاہتا ہون،" ؎

[1] صفحہ ۹۷،

دیگرے پرسید ازو کہ رہنمائے | چون بود گر امر می آرم بجائے
من نہ دارم با قبول و ردکار | می کشم فرمان او در انتظار

ہد ہد (پیغمبر حق) کی طرف سے جواب ملتا ہی، کہ اِس سے بلند تر کوئی بھی مرتبہ نہین، یہ مرتبہ تمام مراتب سے اعلیٰ و افضل ہی، ایک ساعت کی طاعت جو بہ امتثال امر ہو، ساری عمر کی طاعت گزاریون اور مجاہدون سے بہتر ہی، جو اپنی مرضی و رائے کے مطابق ہون ؎

گفت نیکو کردی اے مرغک سوال | مرد را زین بیشتر نبود کمال
کے بری جان گر تو آنجا جان بری | جان بری تو گر بہ جان فرمان بری
ہر کہ فرمان برد از خذلان برست | از ہمہ دشوارہا آسان برست
طاعتے با امر گر یک ساعت ست | بہتر از بے امر عمر طاعت ست

انسان بندہ ہی، اِس کا کمال یہ ہی کہ بندگی مین کمال پیدا کر دکھائے ؎

بندگی این باشد و دیگر ہوس | بندگی افگندگی اے ہیچ کس
تو خدائی می کنی نے بندگی | کے شود ممکن ترا افگندگی

مقبولیت و برگزیدگی کا ادعا آسان ہی لیکن اوس کا معیار یہی کمالِ عبودیت و افگندگی ہے ؎

بندہ آن نبود کہ از وے گزاف | میزند در بندگی پیوستہ لاف
بندۂ وقت امتحان آید پدید | امتحان کن تا نشان آید پدید

عہ ص۳۹

باب (۷)

لوائح

(ملّا نور الدین عبد الرحمٰن جامیؒ)

مُلّا جامی کا زمانۂ وفات نوین صدی ہجری کے اختتام کا ہی، اس لئے انھین دور متوسطین کی آخری یادگار کہہ سکتے ہین، لوائح ان کی نہایت مشہور، مقبول، و مستند تصنیف ہی، یہ مثل قدما کی تصانیف کے فن سلوک پر کوئی جامع و مبسوط رسالہ نہین، بلکہ فلسفۂ تصوف سے متعلق چند اشارات کا مجموعہ ہی، لیکن اس فلسفیانہ رسالہ پر بھی تاہم نظر کرنے سے معلوم ہوگا، کہ مسلکِ توحید کی اہمیت مُلّا جامی کے وقت تک، تمام فرعی مسائل پر غالب تھی، وحدت وجود وغیرہ کے مسائل شریعتِ اسلام کے محکوم تھے، حاکم نہ تھے،

(۱) مصنف

اسم گرامی، عام تذکرون کی روایت کے مطابق، نور الدین عبد الرحمٰن ہے،

صاحبِ سفینۃ الاولیاء کا بیان ہی، کہ اصل نام عماد الدین تھا، اسم مشہور نور الدین ہوگیا، والد کا نام ایک روایت کے بموجب احمدؒ بن محمد دشتیؒ، اور دوسری کے مطابق نظام الدین احمدؒ دشتی تھا[۱]، دشت اصفہان کے ایک محلہ کا نام ہی،

[۱] سفینۃ الاولیاء، ص۲۲، [۲] مفتاح التواریخ، مرتبہ مسٹر بیل، ص۱۳۷ (نولکشور، لکھنو)

مولد قصبہ جام ہی، کچھ اِس مناسبت سے اور کچھ اس لحاظ سے کہ شیخ الاسلام احمد جامؒ کی عقیدت کا جام نوش فرمایا، اپنا تخلص جامی قرار دیا، چنانچہ خود فرماتے ہین،

مولدم جام و رشحۂ قلمم | جرعۂ جام شیخ اسلامی است
لاجرم در جریدۂ اشعار | بدو معنی تخلصم جامی است

تخلص اِس قدر مقبول ہوا کہ لوگ اصل نام کو بھول گئے، عام زبانون پر صرف جامیؒ یا ملا جامیؒ رہ گیا،

تاریخِ ولادت بالاتفاق ۲۳ر شعبان ۸۱۷ھ (مطابق، نومبر ۱۴۱۴ء) ہے اور تاریخِ وفات بہ روایت قوی ۱۸ر محرم ۸۹۸ھ (۹ر نومبر ۱۴۹۲ء) ہی، ایک ضعیف روایت ۹۰۱ھ کے متعلق بھی ہی، وفات شہر ہرات مین ہوئی،

بیعت سلسلۂ نقشبندیہ مین، مولانا سعد الدین کاشغری سے تھی، زمانۂ طفولیت مین، جب پورے پانچ کا بھی سن نہ تھا، خواجہ محمد پارسا کی زیارت سے مشرف ہوئے، طریق روحانیت کی تخم ریزی اِسی وقت سے قلب مین ہوگئی، پینسٹھ سال کی عمر مین جب نفحات الانس کی تالیف مین مشغول ہوئے ہین، اِس واقعہ کا تذکرہ اِس انداز سے کرتے ہین، کہ قلم سے بجائے سیاہی کے عقیدت کے قطرات ٹپکتے ہین، جمادی الآخر ۸۲۲ھ کے آغاز یا جمادی الاول کے آخر مین خواجہ موصوف جام سے گزر رہے تھے خلقت انبوہ در انبوہ نذرِ اخلاص وعقیدت پیش کرنے حاضر خدمت ہو رہی تھی، مولانا جامیؒ کے والد نے اِس خرد سال بچہ کو خواجہ کی پالکی مین لاکر بٹھا دیا، خواجہ نے التفات خاص فرمایا، اور ایک سیر مصری عنایت کی، اِس واقعہ کو قلمبند کرنے کے بعد فرماتے ہین، کہ

لہ سفینۃ الاولیار، وغیرہ، ۲ہ مفتاح التواریخ،

"امروز آن شصت سال است کہ ہنوز صفائی طلعت منور ایشان در دلِ من وہمانا کہ رابطۂ اخلاص و اعتقاد و ارادت و محبتے کہ این فقیر را نسبت بہ خاندان خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم واقع است ببرکت نظر ایشان بودہ باشد، و اُمیدمی دارم کہ بہ یُمن ہمین رابطہ در زمرۂ محبان و مخلصان ایشان محشور گردم"[1]،

مگر سب سے زیادہ اختصاص و ارتباط شاید خواجہ عبید اللہ احرار کے ساتھ تھا، جن کا تذکرہ نفحات نیز اپنی دیگر تصانیف مین کمالِ عقیدت و تفصیل کے ساتھ کیا ہی،

علوم ظاہری کی تعلیم ہرات مین پائی، اساتذہ مین مُلّا جنید، خواجہ علی سمرقندی و قاضی روم سمرقندی کے اسمار قابل ذکر ہین، طالب علمی کے زمانہ مین جس غیر معمولی ذکاوت، قوت حافظہ، وجودت ذہن کا اظہار ہوتا تھا، اس کے حیرت انگیز واقعات سے تذکرہ لبریز ہین، مزاج مین ظرافت و شوخی بھی بہت تھی، جس کا ثبوت بہارستان کے سدا بہار صفحات مین ملتا ہی، بہ قول صاحب سفینۃ الاولیار

"حضرت مولانا را فہم و طبعے کہ بود، بالاتر از آن نباشد، و بسیار خوش خلق و خوش تکلّم و شگفتہ بودند، و مطایبہائے لطیف میفرمودند"

تصانیف کی تعداد ۴۴ ہی، جو لفظ جام کے ہمعدد ہی، زیادہ مشہور تصانیف، یوسف زلیخا، تحفۃ الاحرار، سبحۃ الابرار، نفحات الانس، شواہد النبوۃ، لوائح، بہارستان، وکلیات ہین،

مرید سلسلۂ نقشبندیہ مین تھے تاہم طبیعت پر ذوق و وجد غالب تھا،

"ہمیشہ در ذوق و وجدمی بودہ اند" (سفینۃ الاولیار)

غالباً اسی لئے سماع سے بھی محترز نہ تھے، نظم کی ہر صنف پر یکسان قادر تھے، مثنوی، غزل

[1] نفحات الانس، ص ۴۴۹، ص ۴۵۰ (مطبوعۂ کلکتہ)

قصیدہ، مدح، تشبیب، معرفت، توحید، ہر صنف اور ہر مضمون کے مالک تھے، سب سے بڑا

چرٹھا رنگ نعت کا تھا، فارسی نعت گوئی مین آجتک اون کا جواب نہ پیدا ہوسکا،

مرتبۂ کمال کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہی، کہ خود اون کے مرشد فرمایا کرتے تھے" کہ

شہباز ہمارے جنگل مین آکر پھنسا ہی"[1] خواجہ عبید اللہ احرارؒ از راہ تعظیم اپنے خطوط کو نفظ

"عرضداشت" سے تعبیر کرتے تھے اور اکثر فرماتے تھے، کہ "خراسان مین آفتاب موجود ہے،

لوگ اسے چھوڑ کر ماوراءالنہر کے چراغ (یعنی خود خواجہ موصوفؒ) کے پاس کیون آتے

ہین" گویا ملا جامی اور اپنے درمیان آفتاب اور چراغ کی نسبت قرار دیتے تھے،

اخفای احوال و کرامات مین خاص اہتمام تھا، جہان تک بس چلتا کسی پر اپنے

مرتبۂ کمال کو نہ ظاہر ہونے دیتے[2]، بایںہمہ مرجعِ خلایق تھے،

"مقبول عالم و مقتدائے ماوراءالنہر و خراسان و پیشوائی زمان بودہ اند، و

سلطان حسن بایقرا را کمال عقیدت و نیازمندی بخدمت ایشان بود"، (سفینہ)

سلاطین و اُمرا کی عقیدت مندیون کے مرکز تھے،

"در عہد سلطان ابوسعید بہ خداشناسی و خداپرستی شہرت یافتہ مقبول خاص و

عام گشت، و در عہد سلطان حسین بایقرا بیشتر از بیشتر قبول یافت، و امیر علی شیر غاشیہ

انقیاد اُو بر دوش جان می داشت[3]"

خانۂ کعبہ کی زیارت کو گئے، تو آمد و رفت کے دونون مواقع پر قبول عام نے قدم

قدم پر استقبال کیا، ایک مرتبہ دمشق مین مقیم تھے، کہ سلطانِ روم کا قاصد پانچ ہزار

اشرفیون کی نذر کے ساتھ یہ درخواست لیکر پہونچا، کہ قسطنطنیہ بھی شرفِ قدوم سے مشرف

---

[1] سفینۃ الاولیار [2] ایضاً [3] مفتاح التواریخ،

ہوجائے، مولانا یہ خبر قاصد کے ورود سے پیشتر پاکر تبریز چل کھڑے ہوئے تھے، وہان حسن بیگ، حاکم کردستان کی نیازمندیان زنجیر پا ہونے لگین، بہ دشواری تمام اجازت لیکر خراسان پہنچے، یہان پہنچے تو یہان بھی نذرانون کے انبار نے خیر مقدم کیا،

(۲) تصنیف

لائحہ کے لفظی معنی "شعاع درخشان" کے ہین، مجازاً تختۂ عمل یا روزنامچہ، لوائح اسکی جمع ہی، لوائح جامی چند لائحون کا مجموعہ ہے، جنکی کل تعداد ۳۴[1] ہی، زمانۂ تالیف وہ ہی، جب یونانی فلسفہ کو مسلمانون مین رائج ہوئے کئی سو سال ہو چکے ہین، اشراقیت، مشائیت، وحدت وجود، تناسخ ارواح، عقل اول، ہیولی، وغیرہ کے عقائد و مسائل حکمائے یونان مصر ہندوستان و ایران، کے اثر سے ممالک اسلامیہ مین گھر گھر پھیل چکے ہین، خود مسلمانون مین فارابی ابن سینا، ابن رشد، جیسے بیسیون حکما و فلاسفہ پیدا ہو چکے ہین، اور اون کی تعلیمات سے مسلمانون کا بچہ بچہ واقف ہو چکا ہی،

اسلامی تصوف بھی اب خالص اسلامی تصوف نہین رہا ہی، ذو النون مصری جنید بغدادی کا تصوف صحابۂ کرام کی تقلید تھی، ان کے عقائد و اعمال، ابو بکرؓ و علیؓ کے عقائد و اعمال تھے، اب شیخ محی الدین بن عربی اور اون کے تلامذہ کے اثر سے تصوف بھی ایک فلسفہ بن چکا ہی، اور اکا بر طریقت کی خانقاہین ایسے

[1] یہ تعداد نسخہ مطبوعہ نولکشور پریس کے مطابق درج کی گئی ہی، لنڈن مین رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے زیر اہتمام جو نسخہ ایک قدیم قلمی نسخہ کی مطابقت مین شایع ہوا ہی اس مین کل تعداد ۳۰ ہی، راقم سطور کے نزدیک لنڈنی نسخہ مین لائحون پر نمبر لگانے اور اونکے شمار کرنے مین انگریزی مرتب و مترجم سے سہو ہوا ہی، اصل تعداد لائحون کی اس نسخہ مین ۳۲ ہوتی ہی، دو کا فرق پھر بھی رہ جاتا ہے بعض اور اختلافات بھی لکھنوی اور لندنی نسخون کے درمیان ہین، مین نے عموماً اول الذکر کا تتبع کیا ہی،

عقائد و اعمال کی مسکن بن چکی ہین، جن سے صحابہ کرام کی مقدس زندگیان یکسر نا آشنا تھین، ملا جامیؒ اسی فضا مین آنکھین کھولتے ہین، اسی ہوا مین سانس لیتے ہین، اور اسی غذا سے نشو و نما حاصل کرتے ہین، اس کے بعد اپنے قلم کو گروش دیتے ہین، وحدت الوجود کے فلسفہ مین ڈوبے ہوئے ہین، شیخ ابن عربی کے رنگ مین رنگے ہوئے ہین، با اینہمہ جادۂ شریعت سے ایک انچ قدم باہر نہین رکھتے، اور مسلک توحید پر اس شد و مد سے قائم ہین کہ اثنائے سفر مین اس سے ایک ذرہ نہین ہٹتے، توحید باری اور اس کے مسائل متعلقہ کو مختلف پیرایون مین اور مختلف تمثیلات کے ذریعہ سے ادا کرتے ہین، اندازِ بیان موضوع کے انتہا سے زاید دقیق و نازک ہونے کے باوجود، اس درجہ مؤثر ہے، کہ پڑھنے والے پر پڑھتے پڑھتے ایک ہنگامی کیفیت تو فنائیت کی طاری ہی ہو جاتی ہی،

آغازِ کلام مین زبانِ قلم یون زمزمہ سنجِ حمد ہوتی ہی:-

"خداوندا سپاس تو بر زبان نمی آریم، و ستایش تو بر تو نمی شماریم، ہرچہ از صحائفِ کائنات از جنس ائینہ و محامد است ہمہ بجناب عظمت و کبریائی تو عاید است، از دست و زبان ما چہ آید کہ سپاس و ستایش ترا شاید، تو چنانی کہ خود گفتۂ و گوہر ثنائے تو آن ست کہ خود سفتۂ ؎

آنجا کہ کمال کبریائی تو بود | عالم نمے از بحر عطائے تو بود
ما را چہ حد حمد و ثنائے تو بود | خود حمد و ثنائے تو سزائے تو بود

مناجات و طلبِ توفیق مین متعدد رباعیان کہی ہین،

(۱) یارب دل پاک و جان آگاہم دہ | آہِ شب و گریہ سحرگاہم دہ
در راہِ خود اول زخودم بیخود کن | آنگہ بیخود زخود بخود راہم دہ

(۲) یارب ہمہ خلق را بہ من بدخو کن — وز جملہ جہانیان مرا یکسو کن
روئے دل من صرف کن از ہر جہتے — وز عشق خودم تیجہت و یکرو کن

تمہیدِ مطالب و اغراضِ تالیف کے ذیل مین فرماتے ہین:-

این رسالہ ایست مسمّٰی بہ لوائح در بیان معارف و معانی کہ بر الواحِ اسرار و ارواح اربابِ عرفان و اصحابِ ذوق و وجدان لائحہ گشتہ بہ عبارات لائقہ و اشارات رائقہ۔ متوقع کہ وجود متصدے این بیان را در میان نہ بینند، و بر بساط اعراض و سماط اعتراض نہ نشینند چہ او را درین گفتگو نصیبے جز منصب ترجمانی نے، و بہرۂ غیر از شیوۂ سخن رانی نے ؎

یہ رسالہ مسمّٰی بہ لوائح ہی، اِس مین اُن معانی و معارف کا بیان ہی، جو اربابِ عرفان اور اصحابِ ذوق و وجدان کے قلوب و ارواح پر روشن ہوئے، اور جنھین یہان الفاظ مناسب و اشارات دلکش کے ساتھ قلمبند کیا گیا، اُمید ہی، کہ پڑھنے والے اِن بیانات کے شارح (یعنی خود حضرت جامیؒ) کی شخصیت کا خیال درمیان مین نہ لائینگے، اور اعتراض و نکتہ چینی سے محترز رہینگے، اسلیئے کہ مصنف کا منصب اس کتاب مین محض ترجمانی کا ہی، اِس کی حیثیت ایک آلہ سے زائد مطلق نہین،

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے — مین ہیچ بلکہ ہیچ سے بھی کمتر ہون
از ہیچ و کم از ہیچ نیاید کارے — ایسے ہیچ اور کمتر از ہیچ سے ہو ہی کیا سکتا ہے
ہر سر کہ ز اسرارِ حقیقت گویم — یہ جو اسرارِ حقیقت مین بیان کر رہا ہون
زانم نبود بہرہ بجز گفتارے — اُنکا صرف ناقل و ترجمان ہی ہون اِس سے زیادہ کچھ نہین

(۱) لائحہ اول اِس بیان مین ہی، کہ عالم و مافی العالم سے قطع نظر کرکے بہ کمال یکسوئی خدا ہی کی جانب متوجہ رہنا چاہیئے،

ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ ، حضرت بیچون کہ ترا نعمت ہستی دادہ
است در درون تو جز یک دل ننہادہ است تا در محبت اُو یک رو باشی و یک دل، و از غیر
او معرض و برو مقبل، نہ آنکہ یک دل را بصد پارہ کنی و ہر پارۂ در پے مقصدے آوارہ ؎

اے آنکہ بہ قبلۂ بتان روست ترا — بر مغز چرا حجاب شد پوست ترا
دِل در پے این و آن نہ نیکوست ترا — یک دِل داری بس ست یک دوست ترا

(۲) لائحہ دوم مین اِس حقیقت کا بیان ہی، کہ مخلوقات سے دل لگانا ہی طبیعت مین
پراگندگی و انتشار کا باعث ہوتا ہی، اگر صرف خالقِ واحد و یکتا سے لو لگی رہے، تو جمعیت و
یکسوئی خاطر تمام تر میسر رہے،

"تفرقہ عبارت از آن ست کہ دل را بواسطۂ تعلق باموز متعددہ پراگندہ سازی
و جمعیت آنکہ از ہمہ بمشاہدۂ واحد پردازی جمعے گمان بُردند، کہ جمعیت در جمع اسباب است،
در تفرقہ ابد ماندند، و فرقۂ بیقین دانستند کہ جمع اسباب از اسباب تفرقہ ست از ہمہ افشاندند ؎

اے سالکِ رہِ سخن ز ہر باب مگوئے — جُز راہِ اصولِ ربِّ ارباب مپوئے
چون علّتِ تفرقہ ست اسبابِ جہان — جمعیتِ دل ز جمع اسباب مجوئے

(۳) لائحہ سوم کی تعلیم یہ ہی کہ خدا ہر جگہ موجود ہی، اور ظاہر و باطن ہر حال مین نگران ہے

حضرت حق سُبحانہ تعالیٰ ہمہ جا حاضر است
و در ہمہ حال بظاہر و باطن و ناظر ہے
خسارت کہ تو دیدہ از لقاے او بر داشتہ
سوئے دیگری نگری و طریق رضائے اُو
بگذاشتہ راہ دیگری می سپری ؎

پس کیسے افسوس کی بات ہی تو اُس کے دیدار کو
چھوڑ کر دوسرون کی جانب نظر رکھتا ہے، اور
اس کی خوشنودی کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے
کی راہ قطع کر رہا ہی،

بایار بہ گلزار شدم رہگذری
بہ گل نظرے فگندم از بیخبری
دلدار بہ طعنہ گفت شرمت بادا
رخسار من اینجاست تو در گل نگری

مین (عاشق) ایک دن اپنے معشوق کے ساتھ سیر گلشن کو گیا
اور وہان پہنچکر اپنی حماقت سے پھولون کو دیکھنے لگا
اُس نے چڑھکر مجھ سے کہا کہ تجھے شرم نہین آتی، کہ مین تجھ سے ہمکلام ہوں
اور میرے رخسارون کو چھوڑکر تو پھول پر نگاہ ڈال رہا ہے،

(۴) لائحہ چہارم کا خلاصہ یہ ہی، کہ ماسوائے حق، جو کچھ ہی زوال پذیر و فانی ہی، باقی صرف ذات حق ہی، اِس کے سوا ساری اُمیدین اور آرزوئین لغو و موہوم ہین،

(۵) لائحہ پنجم. کائنات کی ساری جلوہ آرائیان اُسی جمیل علی الاطلاق کا پرتو ہین، دنیا مین اگر کوئی دانا ہی، تو اس پر اسی کی دانائی کا پرتو ہی، اگر کوئی بینا ہی، تو اسی کے عکس سے، یہ سارے شیون و مظاہر اسی کے ہین، جس نے اَوج کلّیت و اطلاق سے تنزل کر کے اپنی تجلیات کو جزئیت و تقید مین رونما کیا ہے،

(۶) لائحہ ششم مین اِنسان کی حقیقت بیان کی ہی، کہ اگرچہ

آدمی اگرچہ بہ سبب جسمانیت در غایت
کثافت است اما بحسب روحانیت در نہایت
لطافت بہرچہ روے آرد حکم آن گیرد و بہرچہ
توجہ کند رنگ آن پزیرد پس می باید کہ کوشی
و خود را از نظر خود بپوشی و برذاتی اقبال کنی
بہ حقیقی اشتغال نمای، کہ درجات موجودات
ہمہ مجالی جمال اویند و مراتب کائینات
مرای کمال او و برین نسبت چندان مداومت

وہ بہ لحاظ جسمانیت نہایت کثافت مین ہی، لیکن بہ
اعتبار روحانیت انتہائے لطافت مین بھی ہے، اب
وہ جس طرف توجہ اختیار کرے، وہی رنگ اس پر
چھا جائیگا، ...... پس (اے طالب) تجھے
لازم ہی، کہ اپنے تئین خود اپنے سے مخفی کر، اور جو
ہستی ذاتی و حقیقی ہی، اُسی کی جانب متوجہ و مشغول
ہو جا، اسلیئے کہ موجودات کے جس قدر بھی اقسام ہین
وہ سب اسی کے جمال کی تجلیات ہین، اور کائنات کے

نمائی کہ با جان تو در آمیزد، و ہستی تو از
نظر تو برخیزد، اگر بہ خود روئے آوری روئے
بہ اُو آوردہ باشی، و چون از خود تعبیر کنی،
تعبیر از وے کردہ باشی، مقید مطلق شود
و انا الحق ہو الحق،

جس قدر بھی اجزا ہین سب اُسی کے کمال کا
آئینہ۔ اور اپنی اِس نسبت کو مشق و ریاضت سے
اِس درجہ تک پہنچائے، کہ وہ ہستی حقیقی تجھ مین مدغم
ہو جائے، اور خود تیری ہستی تیری نظرون سے
غائب ہو جائے، یہانتک کہ اگر تو اپنا خیال کرے
تو عین اسی کا خیال کرے، اگر تو اپنا ذکر کرے،
تو عین اسی کا ذکر کرے، اور اسی طرح مقید مطلق
ہو جائے، اور انا الحق ہو الحق کے حکم مین داخل ہو جائے

(۷) لائحہ ہفتم۔ یہان سے عملی طریقون کی تعلیم شروع ہوتی ہی، اِس لائحہ مین یہ تعلیم ہی، کہ ذکر اِلٰہی و نسبتِ حق سے کوئی حالت اور وقت کا کوئی لمحہ خالی نہ گزرنا چاہیئے،

"ورزش این نسبت شریفہ می باید کرد بر وجہے کہ ہیچ وقتے از اوقات و ہیچ حالتے از حالات از آن نسبت خالی نہ باشی، چہ در آمدن، و چہ در خوردن و خفتن، و چہ در شنیدن و گفتن، و بالجملہ در جمیع حرکات و سکنات حاضر وقت می باید بود، تا بہ بطالت نہ گزرد"۔

(۸) لائحہ ہشتم۔ جس طرح اوقات کو تمامتر ذکر اِلٰہی مین مشغول رکھنا چاہیئے، اِسی طرح کوشش بلیغ کرکے قلب کو بھی تعلقات دنیوی سے منقطع کرتے رہنا چاہیئے،

(۹) لائحہ نہم، فنا اور فنائے فنا کی تعریف بیان کرتے ہین۔

"فنا عبارت از آن ست کہ بہ واسطۂ استیلائے ظہور ہستی حق بر باطن بما سوائے اُو شعور نماند، و فنائے فنا آن کہ بہ آن بے شعوری ہم شعور نماند و پوشیدہ نہ باشد کہ فنائے فنا در فنا مندرج است زیرا کہ صاحب فنا را اگر بہ فنائے خود شعور باشد، صاحب فنا

نباشد بہ جہت آنکہ صفت و موصوف آن از قبیل ماسوای حق اند سبحانہ وتعالیٰ پس شعور بہ آن منافی فنا باشد"

(۱۰) لائحہ دہم، توحید کی تعریف بیان کی ہی، کہ وہ ماسوائی حق سے دل کے ہر قسم اور ہر نوعیت کے،

توحید یگانہ گردانیدن دل ست یعنی تخلیص و تجرید از تعلق بماسوائے حق ہم از روئے طلب و ارادت و ہم از جہت علم و معرفت

ترکِ تعلق و قطعِ وابستگی کا نام ہی جو طلب، و ارادت، علم و معرفت سب پر شامل ہی،

(۱۱) لائحہ یازدہم۔ جس وقت تک انسان پر خواہشاتِ نفس غالب ہین، اس نسبت کو ہر وقت ملحوظ رکھنا محال ہی، جون جون علائق کی بیڑیان اس کے پیر سے کٹتی جائینگی مجاہدات و ریاضات مین لطف آنے لگیگا،

(۱۲) لائحہ دوازدہم، جون جون مجاہدات مین لطف بڑھتا جائیگا انسان اس نسبت کی تقویت و تربیت مین قلدرۃً زیادہ مصروف ہوتا جائیگا،

(۱۳) لائحہ سیزدہم، حقیقت حق تعالیٰ مین ہی،

"حقیقت حق سبحانہ وتعالیٰ جز ہستی نیست، و ہستی او را انحطاط و پستی نے، مقدس است از سمت تغیّر و تبدّل، و مبرّا است از وصمت تکثر و تحویل، از ہمہ نشانہا بے نشان نہ در علم گنجد و نہ در عیان"

(۱۴) لائحہ چہاردہم، لفظ وجود کے معانی بیان کئے ہین، ایک تحقق و حصول، اور یہ اصطلاح حکماء و متکلمین مین ہی، دوسرے حقیقت قائم بالذات، یہ اصطلاح اہل عرفان و صوفیہ۔ اور اسی معنی مین یہ لفظ ذات حق کے مرادف ہی،

(۱۵) لائحہ پانزدہم۔ صفات ایک معنی مین غیر ذات ہین، اور ایک معنی مین عین ذات:۔

" صفات غیر ذات اند من حیث المفہمہ العقول، و عین ذات اند من حیث التحقیق والحصول۔ مثلاً عالم ذات ست بہ اعتبار صفت علم و قادر بہ اعتبار قدرت و مرید بہ اعتبار ارادت، و شک نیست کہ اینہا چنانکہ بحسب مفہوم با یکدیگر متغایر اند مر ذات را نیز متغایر اند اما بحسب تحقق و ہستی عین ذات اند، کہ آنجا وجودات متعدد نیست بلکہ وجود یست واحد"

(۱۶) لائحہ شانزدہم، ذات من حیث ذات تمام اسمار و صفات و اضافات سے معرّیٰ ہی، لیکن اپنے* ظہور و شہود مین ان سب سے متصف ہوتی جاتی ہی، اور جون جون تجلیات مین کثرت پیدا ہوتی جاتی ہی، یہ اتصاف بھی بڑھتا جاتا ہی،

(۱۷) لائحہ ہفتدہم۔ یہ لائحہ بہت مفصل ہی، اِس مین مراتب تعینات اور ذات واحد کے غنار مطلق پر دقیق پیرایہ مین گفتگو کی ہی، خاتمہ کے چند اشعار سننے کے قابل ہین

(۱) دامان غنائے عشق پاک آمد پاک ز آلودگی وجود ما مشتی خاک
چون جلوہ گر و نظارہ گر جملہ خودست گر ما و تو در میان نباشیم چہ باک

(۲) واجب ز وجود نیک بد مستغنی ست واحد ز مراتب عدد مستغنی ست
در خود ہمہ را چو جاودان می بیند از دیدن شان بردن خود مستغنی ست

(۱۸) لائحہ ہیزدہم۔ ہر نوع حیوانی کے افراد کے تشخصات و تعینات کو اگر رفع کر کے دیکھا جائے، تو تمام افراد کے لیئے اسم مشترک اِس نوع حیوانی کا نکلے گا، انواع حیوانی کے ممیّزات کو اگر دور کیا جائے تو سب کے لیئے اسم مشترک حیوان نکلے گا،

حیوانات وجسم نامی کے دوسرے انواع کے ممیّزات کو دور کردیا جائے، تو جسم نامی باقی رہ جائیگا، جسم نامی ودیگر انواع جسم کے ممیزات کو الگ کردیا جائے تو حقیقت جسم باقی رہ جائیگی، جسم ودیگر انواع جوہر کے ممیزات کو اگر رفع کردیا جائے، تو جوہر باقی رہیگا، جوہر واعراض کے ممیزات کو اگر حذف کردیا جائے، تو اسم مشترک ممکن نکلیگا، ممکن وواجب کے ممیّزات کو بھی اگر حذف کردیا جائے، تو سب سے آخر مین وجود مطلق باقی رہ جائیگا، اور یہی تمام ذوات وصفات کا منتہی ہی، ؎

تا چند حدیث جسم وابعاد وجہات   تا کے سخن معدن وحیوان ونبات

یکذات فقط بود محقق نہ ذوات   این کثرت وہمی زشیون ست وصفات

(۱۹) لائحہ نوزدہم، یہ شیون وتجلیات جو ذات واحد مین مندرج ہین اون کی وہ صورت نہین ہوتی، جو کل مین جزکے، ظرف مین مظروف کے، اندراج کی ہوتی ہی، بلکہ وہ صورت ہوتی ہی، جو موصوف وملزوم مین اندراج اوصاف ولوازم کی ہوتی ہی، مثلاً ایک کے ہندسے مین اس کے نصف، وثلث، وربع، وخمس وغیرہ کسرات الی غیر النہایت کا شمول واندراج ہی،

(۲۰) لائحہ بستم۔ وجود مطلق کی حقیقت بجائے خود بدستور اور غیر متغیر رہتی ہی، خواہ وہ اپنے ظہور کے لیئے جو قالب اور شیون واعتبارات کے جو مظاہر اختیار کرے، نور آفتاب سے پاک وناپاک دونون منور ہوتے ہین، آفتاب خود پاک یا ناپاک کچھ بھی نہین ہوتا،

(۲۱) لائحہ بست ویکم۔ عام قاعدہ یہ ہی، کہ مطلق بغیر مقید کے نہین رہتا، اور مقید بغیر مطلق کے صورت نہین اختیار کرتا، لیکن مقید محتاج ہوتا ہی مطلق کا، اور مطلق مستغنی ہی مقید سے

مُطلق بے مقید نہ باشد ومقید بے مطلق

صورت نہ بندد، اَمّا مُقیّد محتاج است

بہ مطلق، و مطلق مستغنی است از مقید پس | پس لزوم و استلزام تو دونوں جانب سے ہے،
استلزام از طرفین ست و احتیاج از یکطرف | لیکن احتیاج صرف مقید کی جانب سے ہے،

(۲۲) لائحہ بست و دوم، اِس کا حصل اِس رباعی سے ظاہر ہوگا ؎

ہم سایہ و ہم نشین و ہمرہ ہمہ اوست | در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست
در انجمنِ فرق و نہان خانۂ جمع | باللہ ہمہ وست ثم باللہ ہمہ وست

(۲۳) لائحہ بست و سوم۔ لیکن اگرچہ حقیقت وجود تمام مظاہر مین مشترک ہے، پھر بھی مراتب شیون متفاوت ہین بَعْضُہَا فَوْقَ بَعْضٍ اور ہر مرتبہ کے لیئے الگ الگ اسمار صفات و اعتبارات مخصوصہ ہین، مرتبہ الوہیت و ربوبیت کے اعتبارات اور ہین، مرتبۂ عبودیت و خلقیت کے اور رب کو متحد کر دینا عین کفر و زندقہ ہے ؎

اے بردہ گمان کہ صاحب تحقیقی | واندر صفتِ صدق و یقین صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد | گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

(۲۴) لائحہ بست و چہارم۔ موجود حقیقی، جس کے مراتب بیشمار ہین، جب اِس پر انتہائی بے قیدی اور لاتعیّنی کے لحاظ سے نظر کی جائے تو اسے نہ کوئی عقل ادراک کرسکتی ہے نہ کسی کشف کی رسائی اِس تک ہوسکتی ہے، علم و عقل، کشف و عرفان سب اِس مرتبۂ اخری کے ادراک سے عاجز ہین، ؎

ہر چند کہ جان عارفِ آگاہ بود | کے در حرمِ قدس تواش راہ بود
دست ہمہ اہل کشف و ارباب شہود | از دامنِ ادراک تو کوتاہ بود

(۲۵) لائحہ بست و پنجم۔ حقیقت الحقائق (ذات الٰہی) فی حد ذاتہ واحد ہے، جس مین شمار و عدد کا گزر نہین، البتہ بہ لحاظ تجلیات کثیر و متعدد۔ عین وحدت کے لحاظ سے

اسے حق سے موسوم کرتے ہین، اور بہ لحاظ ظہور تعدد وہ خلق ہی، ظہور و بطون، اولیّت و آخریت سب اسی کے نسب و اعتبارات ہین، اور یہی معنی ہین آیۂ کریمہ ھو الاول والاخر والظاھر والباطن کے،

(۲۶) لائحہ بست وششم۔ اس مین شیخ ابن عربیؒ کے اِس قول کی مفصل شرح بیان کی ہی، کہ عالم عبارت ہی اُن اغراض سے جو عین واحد مین، کہ حقیقت ہستی ہے، مجتمع ہوگئے ہین اور انمین ہر لحظہ و ہر آن تجدد و تبدل ہوا کرتا ہے، جیسا آیۂ کریمہ سے مترشح ہوتا ہی، بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ،

(۲۷) لائحہ بست وہفتم۔ جمالِ وحدت حقیقی کے حق مین عظیم ترین حجاب اور کثیف ترین نقاب اس کے یہی تقیدات و تعیّنات ہین، جن مین نظرین اُلجھ کر رہ جاتی ہین، لوگ موجون کے کھیل تماشہ مین کچھ ایسے محو ہو جاتے ہین، کہ سمندر کی موجودگی کا احساس ہی جاتا رہتا ہے ؎

بحرے ست وجود جاودان موج زنان | زان بحر ندیدہ غیر موج اہل جہان
از باطن بحر موج بین گشتہ عیان | بر ظاہر بحر بحر در موج نہان

(۲۸) لائحہ بست وہشتم۔ حقیقتِ ہستی اپنے جمیع شیون وصفات نسبت و اعتبارات کے ساتھ ہر موجود کی حقیقت مین شامل و ساری ہی، شیخ محمود شبستریؒ صاحب گلشنِ راز اِسی مسئلہ کو یون بیان کرتے ہین،

دلِ یک قطرہ را گر بر شگافی | بہ موج آید از و صد بحر صافی

(۲۹) لائحہ بست ونہم۔ جو افعال مظاہر سے صادر ہوتے رہتے ہین اون کے صدور کا انتساب از روئے صورت اِن مظاہر کی جانب صحیح ہی، لیکن نہ از روئے

حقیقت کہ نفس الامر مین سب کا انتساب صرف اسی ذات واحد کی جانب صحیح ہوسکتا ہے
جیسا کہ کلام پاک مین ارشاد ہوتا ہی، واللہ خلقکم وما تعملون،

(۳۰) لائحہ سی ام، ہر امر وجودی بجائے خود خیر محض ہی، جن افعال مین شر و نقصان کا پہلو نکلتا ہی، وہ اِن افعال وجودی کا بجائے خود نتیجہ نہین، بلکہ اس اعتبار سے ہی، کہ فلان امر وجودی نے ایک دوسرے امر وجودی کو معدوم کر دیا،

"چون صفات واحوال وافعال کہ در مظاہر ظاہر است فی الحقیقۃ مضاف بحق ظاہر در آن مظاہر است، پس اگر احیاناً در بعضے از آنہا شرے و نقصانے واقع باشد، از جہت عدمیت امرے دیگر تواند بود، زیرا کہ وجود مِن حَیثُ ہُوَ وجود خیر محض ست واز ہر امر وجودی کہ شرّے متوہم می شود، بہ واسطۂ عدمیت امر وجودی دیگر است نہ بہ واسطۂ آن امر وجودی مِن حَیثُ ہُوَ اَمرٌ وجُودیٌ"

زید اگر بکر کو قتل کر ڈالتا ہی، تو یہ واقعہ اپنے اثباتی یا ایجابی پہلو یعنی زید کی قوت وقابلیت قتل کے لحاظ سے مذموم نہین، بلکہ اپنے عدمی وسلبی پہلو یعنی اِس لحاظ سے مذموم ہی کہ اس کے باعث بکر کی حیات مرتبۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکی،

(۳۱) لائحہ سی ویکم۔ شیخ صدرالدین قونوی کے ایک قول کی شرح کی ہی، اور یہ بتایا ہی کہ علم تابع ہی وجود کے۔ ہر حقیقت وجودی کے لیے ایک علم ہی، اور تفاوت حقائق وجود کے تناسب تفاوت علم بھی ہوتا رہتا ہی،

(۳۲) لائحہ سی ودوم، جس طرح حقیقت ہستی مطلق جمیع موجودات کی ذوات مین شامل ومندرج ہی، اِسی طرح اس کے صفات بھی جمیع صفات موجودات مین جاری وساری ہین،

(۳۳) لائحہ سی وسوم، اصل عبارت سننے کے قابل ہے،

"حقیقت ہستی ذات حق سبحانہ و تعالیٰ، شیون و نسب و اعتبارات آن صفات او و اظہار او مرخود ش را متلبسہ بہذہ النسب و الاعتبارات، فعل و تاثیر او و تعینات ظاہرہ مرتبہ علی ہذ الاظہار آثار او"،

(۳۴) لائحہ سی وچہارم۔ حضرت حق کی دو تجلیات ہیں، ایک علمی غیبی جس کو صوفیہ فیض اقدس سے موسوم کرتے ہیں، دوسرے شہادی وجودی، جس کا اصطلاحی نام فیض مقدس ہے،

"و این تجلی ثانی مترتب بر تجلی اول ست و مظہر ست مر کمالاتے را کہ بہ تجلی اول در قابلیات و استعدادات اعیان اندراج یافتہ بود"

مصنّف کی دُوسری کتابیں

فلسفۂ جذبات

فلسفیات کے شعبہ نفسیات کو علمی حیثیت سے سب سے پہلے بہترین طریقہ سے
مولوی عبد الماجد صاحب بی اے، ہی نے روشناس کیا، اس کتاب مین اسی علم کے شعبہ
جذبات پر ادیبانہ طریقہ سے یہ کتاب لکھی گئی ہے، حیات انسانی کے مطالعہ کے لیے
اس کا دیکھنا ازبس ضروری ہے، قیمت . . . [illegible]

پیام امن

اسباب جنگ وتدابیر امن پر عقل ونقل، فلسفہ ومذہب کی روشنی مین محققانہ بحث
مشہور فرنچ فلسفی موسیو پال رچرڈ کے خیالات کی ترجمانی، بہ اضافہ تبصرہ وحواشی و
ضمیمہ جات قیمت . . . [illegible]

مثنوی
بحر المحبّت

شیخ مصحفی کی غیر مطبوع مثنوی بحر المحبت کو مؤلف نے بہ تصحیح، وتحشیہ و اضافہ
اور عالمانہ مقدمہ وتبصرہ سے مالا مال کر کے دنیائے اردو کے سامنے پہلی مرتبہ
پیش کیا ہے، قیمت . . . [illegible]

"منیجر"

سلسلۂ برکلے

اس سلسلہ مین تین کتابین داخل ہین،

مکالمات برکلے

برکلے کے "ڈائلاگس" کا ترجمہ جس مین مکالمہ کی صورت مین برکلے نے اپنے خاص فلسفہ کی تشریح کی ہو، از مولوی عبدالماجد بی اے قیمت قسم اول عہ قسم دوم عہ،

برکلے

اس مجموعہ مین برکلے کے سوانح اسکی فلسفیانہ تصنیفات کی ناقدانہ تلخیص اور اس کے فلسفۂ تصوریت کی تشریح و تنقید ہے، از پروفیسر عبدالباری ندوی قیمت...... عہ

مبادی علم انسانی

برکلے کی سب سے معرکتہ الآرا کتاب "پرنسپلس آف ہیومن نالج" کا ترجمہ، جس مین مادیت کا ابطال ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ "ذہن سے باہر مادہ کا کوئی وجود نہین" از پروفیسر عبدالباری ندوی قیمت . . . . عہ

"منیجر"

"دارالمصنفین - اعظم گڈھ"